بسلسلہ اشاعت صدر انجمن احمدیہ صوبہ سرحد مرکز پشاور شہر

حسن ترتیب
سید اللہ شاہ

بخدمت دارالفضل علی
دیو لی الکرنی

قال اللہ تعالیٰ

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (القرآن المجید)

(ترجمہ)

اے نبی ان کو کہدو۔ کہ جاؤ اور دنیا کے اطراف واکناف میں پھرو۔ اور چاروں طرف نظر دوڑاؤ۔ اور دیکھو۔ اور سوچو۔ کہ خدا تعالےٰ کے نبیوں کی تکذیب کرنے والوں کا انجام کار کیا حشر ہوا

عاقبۃ المکذبین!

یا

خون شہدا احمدیہ و زوال سلطنت امانیہ

حصہ اوّل

اس حصۂ کتاب میں صرف ان واقعات قابل عبرت کا ذکر ہے۔ جو ان لوگوں کو پیش آئے۔ جنہوں نے سرزمین کابل میں حضرت احمد جری اللہ علیہ السلام کی تکفیر اور تکذیب کی۔ اور بعض احمدیانِ افغانستان پر تشدد کیا۔ جس رنگ میں مظلوموں پر ظلم کیا۔ اسی رنگ میں خدا تعالےٰ نے ان کو چن چن کر عبرت ناک سزائیں دیں ؎

محمد باقر

منجانب شیخ محمد یار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین و اصحابہ الطاہرین

والسلام علیٰ سیدنا احمد المسیح الموعود والمہدی المعہود و امام الآخرین

ہدیۂ شکر و امتنان

اے خدا حمد تو گویم کہ چہ احساں کردی — کہ یکے بودم و از لطف خود انساں کردی
قائل کلمۂ توحید خودم ساختۂ — تا فراز شرک نمودی و مسلماں کردی
رہبرم فخر رسل اعنی محمد کردی — کش تو از جمع رسل مہر درخشاں کردی
حب بوبکر و عمر در دلم انداختۂ — نیز محبوب مرا حیدر و عثماں کردی

منتخب کردۂ کیش از ہمہ خود اسلام
شمع راہم بہ شب کفر تو قرآں کردی

مثل خورشید نمودی تو محمد بہ جہاں — احمدم را تو ازاں خور مہ تاباں کردی
شرف معرفت احمد مرسل دادی — وہ چہ خوش فضل نمودی و چہ احساں کردی
زعم ما بود کہ عیسیٰ ز فلک مے آید — لطف کردی کہ ازیں خلق نمایاں کردی
آنچہ تائید نمودیش ز آیات مبیں — مردم مومن و منکر ہمہ حیراں کردی

مومنش را تو شدی ناصر و حامی و معیں
اے بسا خانۂ دشمن کہ تو ویراں کردی

سبب تالیف کتاب

حضرت احمد موعود علیہ السّلام جو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور میں ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵ء میں خاندان مغلیہ کے ایک رئیس جناب مرزا غلام مرتضےٰ خان کے گھر میں تولد ہوئے۔ اور ۱۲۹۰ھ کے قریب بعمر چہل سالگی خدا تعالےٰ کے منشاء کے ماتحت مشرف بہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہوئے۔ آپ نے مفاسد عالم کی اصلاح کے واسطے مبعوث ہو کر موعود مذاہب عالم ہونے کا دعویٰ کیا۔ جن کو احادیث میں امام مہدی معہود اور اناجیل اربعہ میں مسیح موعود اور بھاگوت گیتا میں حضرت کرشن اور کتب بدھ مت میں ایمی بتا اور کتب زردشت میں بہرام اور کتب یہود میں مسیح ثانی کہا گیا ہے۔ آپ نے سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے بار ہا شاہانِ زمانہ اور رؤساء ممالک کو اپنے ظہور اور اغراضِ بعثت سے مطلع کیا۔ اور ان کو دعوت الی الاسلام دی۔ آپ نے ۳۶ سال نہایت کامیابی سے دعوت حقہ کے فرائض کو پورا کیا۔ اور آخر کار بعد تکمیل دعوت بروز منگل ۱۰½ بجے صبح بمرض اسہال مزمنہ لاہور میں ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بزمانہ حیات ملک معظم ایڈورڈ ہفتم بادشاہ انگلستان و قیصر ہند وفات پائی اور مرفوع الی اللہ ہوئے۔ آپ کا جسد اطہر بہشتی مقبرہ واقع قادیان میں سپرد خاک ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

جیسا کہ سنت ہے۔ علماء وقت نے مخالفت کی تکفیر و تکذیب کا بازار گرم کیا۔ اور ہر قسم کے مظالم آپ کے لئے اور آپ کے خدام کے لئے جائز اور روا رکھے۔ وہ مسلمان جس کی ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمانوں کا امن میں رہنا فرمان نبوی تھا۔ درندوں کی طرح جماعت احمدیہ کے خلاف حملہ آور ہوئے۔ اور ان کے ہاتھوں اور زبانوں سے وہ دکھ اور تکلیف آپ کو دی گئی جس کو سنکر یا دیکھکر ایک حساس انسان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

خدا تعالےٰ نے جب حضرت احمد جری اللہ اور آپ کے خدام پر یہ مظالم ہوتے دیکھے۔ تو اس نے چن چنکر ہر ظالم اور مفسد اور شریر کو اسکے ظلم اور فسادات اور شرارتوں کے بموجب ان سے الگ الگ گرفت کی۔ اور ہندوستان اور ہندوستان سے باہر ان سے عبرتناک سلوک کیا۔ اور ان کے وجودوں کو اس زمانہ کے واسطے ایک نشان بنا کر چھوڑا ؎

اس حصہ کتاب میں ہم صرف ان مظالم کا ذکر کرینگے۔ جو مملکت افغانستان میں افراد جماعت احمدیہ پر ہوئے۔ اور جن کی پاداش کو پھر ان ظالموں نے بھگتا۔ تاکہ اس تحریر کو پڑھکر دوسرے مقامات کے مکفرین و مکذبین اور مستہزئین کے واسطے موجب عبرت ہوئے۔ اور مومنین کا ایمان ترقی کرے۔ اور ان کو تحریک اور تحریص ہو۔ کہ وہ اپنے صوبہ کے یا کم از کم اپنی علاقہ میں ہمچو قسم ظاہر شدہ نشانات کو قید تحریر میں لاکر تاریخ سلسلہ

عالیہ احمدیہ میں کچھ زریں اوراق زیادہ کریں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

یہ کتاب چار ابواب اور ہر باب کئی فصول پر تقسیم شدہ ہے۔ اور ہر باب اور ہر فصل میں جدا جدا حالات درج ہیں۔ جیسا کہ نقشۂ ذیل سے واضح ہوگا۔

تمہید کتاب

خدا تعالے کی سنت مستمرہ ہے۔ کہ وہ نوع انسان کی اصلاح کیواسطے ہر زمانہ میں ہر ملک میں اور ہر قوم میں نبی اور رسول مبعوث کرتا رہا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ لکل قوم ھاد۔ لکل امۃ الرسول۔ لکل جعلنا منکم شریعۃ ومنھاجًا کوئی قوم ایسی نہیں ہوئی جس میں خدا تعالے کا نذیر نہ ہوا ہو۔ ہر قوم میں ہادی ہوتے ہیں۔ اور ہر قوم میں رسول ہوتے ہیں۔ اور ہر قوم کی ہدایت کے واسطے ہم نے شریعت اور منہاج مقرر کیا ہے۔

یہ رسل بعض دفعہ شارع یعنی صاحبان شریعت جدیدہ تھے۔ جیسا کہ حضرت نوح۔ حضرت موسےٰ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہم اجمعین اور

بعض ان کے اور ان کی شریعت کے تابع رسول تھے۔ جیساکہ حضرت عیسے علیہ السلام حضرت موسے اور توراۃ کے تابع تھے۔ اور ہمارے امام سیدنا حضرت احمد قادیانی علیہ السلام سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم کے تابع اور مطیع ہیں۔

جب کبھی کوئی نبی اور رسول آیا۔ اور اس نے قوم کو دعوت دی۔ تو بعض افراد نے قبول کرلیا۔ اور اکثر نے اس کا انکار کر دیا۔ جیساکہ "منھم من آمن ومنھم من کفر" سے ثابت ہے۔ ملک کے لوگ دو قسم میں تقسیم ہوتے ہیں۔ مومنین ماننے والوں ہیں اور منکرین نہ ماننے والوں ہیں۔ پھر مومنوں میں دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ نہایت مخلص مستعد اور سرگرم مومنان باعمل کا ہوتا ہے۔ جو دنیا اور آخرت میں مورد انعامات کثیرہ ہوتا ہے۔ دوسرا زبان سے ایمان کا مقر ہوتا ہے۔ مگر بجاآوری اعمال صالحہ میں ویسا مخلص اور مستعد نہیں ہوتا۔ جیساکہ گروہ اول کے لوگ ہوتے ہیں۔ پس یہ لوگ حصول انعامات میں بھی ان سے کم درجہ پر ہوتے ہیں اسی طرح پر منکروں میں بھی دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک گروہ وُہ ہوتا ہے جو کسی وجہ سے منکر رہ جاتا ہے۔ مگر مکفر مکذب اور شریر اور دل آزار اور بدتہذیب نہیں ہوتا۔ صرف اس نبی کا دعویٰ یا اس کی کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ تو نہ مانا۔ یا کوئی اور امر مانع ایمان ہؤا۔ اور دعوتِ حقہ کی قبولیت سے محروم رہ گئے۔ پس ایسے لوگوں سے دُنیا میں کوئی گرفت نہیں ہوتی۔ اور قیامت میں باز پرس اور مواخذہ ضرور ہوگا۔ رہا دوسرا گروہ منکرین۔ پس

وہ نہ صرف اس نبی کی دعوت کو رد کرتا ہے۔ بلکہ تکفیر اور تکذیب پر کمربستہ ہوتا ہے۔ اور دوسروں کے لئے بھی حق کے قبول کرنے میں مانع ہوتا ہے اور اس نبی اور اس کی جماعت پر گوناگوں بہتانات اور مفتریات باندھتا ہے اور اس کے کلام میں تحریف اور تصریف کرتا ہے۔ تاکہ عامۃ الناس بدظن ہو کر کنارہ کش ہوں۔ اور بدزبانی، دروغگوئی اور تمسخر اور استہزاء اور اذیت اور نقصان مال وجان دے رہا ہوتا ہے۔ لوگوں کو ان کے قتل و غارت پر آمادہ کرتا ہے۔ اور جہاں جیسا بس چلا کر گذرے۔ انہی کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاحسرۃ علی العباد ما یأتیھم من رسول الا کانوا بہٖ یستھزؤن۔ یعنی اے افسوس ان بندوں پر کہ جب کبھی ان کے پاس کوئی نبی اور رسول آیا۔ تو انہوں نے اس پر ٹھٹھہ اڑایا۔

قرآن کریم میں اسی وجہ سے حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسےٰؑ۔ حضرت عیسےٰؑ اور دوسرے رسل کا ذکر آیا ہے۔ کہ لوگ ان کے حالات سے عبرت حاصل کریں۔ کہ دیکھو جن مکذبین رسل نے ان نبیوں اور ان کی جماعتوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا۔ آخر کار ان کا کیا حشر ہوا۔ وہی حشر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے اصحاب کو دکھ دینے والوں کا ہوگا۔ خدا تعالےٰ نے ان کو بار ہا کہا۔ کہ سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔ یعنی جاؤ اور ذرا اطراف عالم میں پھر کر دیکھ لو۔ اور چاروں طرف نظر دوڑاؤ۔ کہ انبیاء سابقین کے خلاف شریر بنکر جو لوگ مکذب بنے ان کا کیسا عبرتناک اور دردناک پھل

ان کو ملا۔ وہی حشر تمہارا ہونے والا ہے۔ اگر تم اس مذموم فعل سے باز نہ آئے
ہمارے مخالف علماء حضرت آدم علیہ السلام کے مخالف جب عزازیل کو
اپنی عصر کا علامہ اور بڑا زاہد اور عابد یقین کرتے ہیں۔ بلکہ اس کو تمام
فرشتوں کا استاد یا معلم الکل کہتے ہیں۔ آخر حضرت آدم علیہ السلام کے
انکار سے ابلیس اور شیطان کا لقب پایا۔ اور بارگاہِ ایزدی سے راندہ
ہوا اور ملعون اور مردود ٹھہرا۔ اور یقینی جہنمی قرار پایا۔ اسی طرح حضرت
نوحؑ کے مخالفین طوفانِ آب کی نذر ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے شریر مخالف آفات زمینی و آسمانی کے مستوجب ٹھہرے۔ حضرت لوطؑ
کے مخالف مکذب آتش فشاں پہاڑ اور زلزلہ کا طعمہ ہوئے۔ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کا مکذب فرعون معہ آلِ فرعون بحر سرخ میں غرقاب ہوا۔ حضرت
ہودؑ اور حضرت صالح کے مخالف زلزلہ اور سیلاب سے تباہ ہوئے۔ حضرت
عیسےٰ علیہ السلام کے مکفر و مکذب معاند طیطوس رومی کی تلوار کے گھاٹ
اُترے۔ اور رومیوں کی افواج سے پامال ہوئے۔ حضرت محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دشمن کفارِ عرب اصحاب النبی کی تلواروں اور
نیزوں کی نوکوں سے حسرت اور یاس کی موت کے گھاٹ اترے۔ صدق
اللہ ورسولہ۔ خدا تعالےٰ اور اس کے رسولوں کی باتیں سچی ثابت ہوئیں
اور اس کے وعدے پورے ہوئے۔ الحمد للہ:

اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح جب خدا تعالےٰ نے حضرت احمدؑ
علیہ السلام کو وحی سے مبعوث فرمایا۔ اور اس نے اعلان کیا۔ کہ میں آنیوالا

عیسیٰ موعود اور امام مہدی معہود ہوں۔ اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور دوبارہ وُہ نہ آئیں گے۔ بلکہ آنے والا اسی امت کا ایک فرد ہوگا جو میں ہوں۔ میں جمیع فِرق اسلامیہ کو اپنے ہاتھ پر جمع کر کے اصحاب النبی کے نقش قدم اور اتباع پر چلانا چاہتا ہوں۔ اور ان منتشر افراد کو ایک امام اور مرکز پر جمع کرتا ہوں۔ میں ان کے واسطے اختلافات باہمی کے واسطے حکم و عدل ہوں غیر الاسلام مذاہب کو دعوت الی الاسلام دونگا مسلمانوں پر واجب ہے۔ کہ وہ میرا ساتھ دیں۔

حضرت احمد نے یہ بھی فرمایا۔ کہ میرا ایمان لا الٰہ الّا اللّٰہ پر ہے۔ اور میں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتا ہوں حدیث میں لا نبی بعدی کا فرمان درست ہے۔ مجھے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امتی اور نبی ہونے کا خطاب فرمایا ہے۔ اس واسطے کوئی اسرائیلی نبی بالخصوص حضرت عیسے مسیح ناصری علیہ السلام دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے۔ کیونکہ وہ خاتم النبیین سے نبی ماسبق ہیں اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی آمد کو فرض کیا جاوے۔ تو وہ نبی ہیں اور نبی کا امتی ہو جانا ان کے منصب نبوت سے معزول ہونا ہے۔ اور یہ امر خلاف سنت اللہ ہے۔ اور اس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک ہے۔ نیز وہ رسول امت موسویہ کا ہے۔ اور امت محمدیہ کے واسطے اس کا رسول ہونا ثابت نہیں۔

البتہ ایک امتی کا بسبب اتباع کاملہ قرآن کریم و حضرت محمد رسول اللہ

مقامِ نبوت پر فائز ہونا اور نبی کا خطاب پانا ممتنع نہیں۔ بلکہ اس امت کے واسطے موجب عزت ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو بلند کرتا ہے۔ پس میں امتی سے نبی بنا۔ مگر اتباع محمدؐ اور قرآن کریم کر کے۔ اور آپ نے صاف فرمایا۔ لا معبود لنا الّا اللہ۔ ولا شریعت لنا الا القرآن۔ ولا شارع لنا الّا محمد رسول اللہ۔

مگر آہ! ان علماء نے اس کی باتوں کو قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں نہ سوچا۔ اور اپنی ناقص علم قرآن وحدیث پر اس کو پرکھا۔ اور اس کے کلمات طیبات کو علماء سابقین کے اجتہادات سے رد کیا۔ اور کورانہ تقلید آباء وسادات کو ترجیح دی۔ نہ صرف حق کا انکار کیا۔ بلکہ شریر بن کر شرارتوں میں نمایاں حصہ لیا۔ بعض نے صرف انکار پر اکتفا کیا۔ اور بعض نے قدرے تکذیب بھی کی۔ مگر شریر بننا پسند نہ کیا۔ ولکل درجات مما عملوا۔ خدا تعالےٰ کا سلوک بھی ہر ایک سے اس کے اعمال کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اور ہوگا ❊

خدا تعالےٰ نے حضرت احمدؐ پر بطور تسلی وتشفی مندرجہ ذیل وحی نازل کی
۱۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی (البشریٰ جلد دوم ص۱۰۵) یعنی خدا تعالےٰ نے یہ بات لکھی ہوئی ہے۔ کہ میں اور میرا رسول ضرور غالب ہوں گے۔
۲۔ کان حقًا علینا نصر المؤمنین (البشریٰ جلد ۲ ص۳۵) یعنی ہم پر واجب ہے۔ کہ ہم مومنوں کی نصرت اور حمایت کریں۔ (۳) جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ (البشریٰ جلد اول ص۱۳۹) یعنی میں تیری

متبع جماعت کو تیرے منکر گروہ پر تا قیامت فوقیت بخشونگا (۴) انی معین من اراد اعانتك وانی مہین من اراد اہانتك۔ (البشریٰ جلد دوم ص۱۲۷) یعنی میں ان لوگوں کی مدد کرونگا۔ جو تیرے مددگار ہونگے۔ اور میں ان کو ذلیل کرونگا۔ جو تیری ذلت کے جویاں ہونگے۔ (۵) انا کفینٰك المستھزئین (البشریٰ جلد اول ص۱۲) میں تیرے پر استہزاء کرنے والوں کو سزا دینے کے واسطے کافی ہوں (۶) ذرنی والمکذبین انی مع الرسول اقوم (البشریٰ جلد دوم ص۶۲) مجھے اور مکذبوں کو نبٹ لینے دو۔ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں۔ (۷) ویل یومئذ للمکذبین (البشریٰ جلد دوم ص۱۲۱) یعنی اس دن تکذیب کرنے والوں کے واسطے ہلاکت کا دن ہوگا۔ (۸) عبرت بخش سزائیں دیجائینگی (البشریٰ جلد اول ص۱۳۲) (۹) اے بسا خانۂ دشمن کہ تو ویراں کردی (البشریٰ جلد دوم ص۵۱) یعنی بہت سے دشمنوں کے گھر ویران ہو جائیں گے۔ (۱۰) غرق الاعداء کل غرق (البشریٰ جلد دوم ص۱۵-۱۶) یعنی ہم دشمنوں کو تتر بتر کر دیں گے اور تباہ کر دیں گے۔ (۱۱) قطع دابر قوم الذین لا یومنون (البشریٰ جلد ۲ ص۶۲) یعنی وہ قوم جو ایمان لانے سے روگردان ہے۔ اس کی جڑھ کاٹ دُونگا (۱۲) قل یا ایھا الکفار انی من الصادقین۔ فانتظروا اٰیاتی حتّٰی سنریھم اٰیاتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حجۃ قائمۃ وفتح مُبین (البشریٰ جلد دوم ص۱۵-۱۶) یعنی کہدو کہ اے انکار کرنے والو! میں سچا ہوں پس تم میرے نشانات کا انکار نہ کرو۔ یہاں تک کہ میں ان کو آفاقِ عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں عنقریب نشانات دکھاؤنگا۔ یہ ایک قائم رہنے

والی جمعیت ہے۔ اور کھلی فتح ہوگی (۱۳) ان الذین یصدون عن سبیل
اللہ سینا لھم غضب من ربھم ضرب اللہ اشد من ضرب الناس
انما امرنا اذا اردنا شیئا ان نقول لہ کن فیکون۔۔۔۔۔ وبعض الظالم
علی یدیہ ویطرح بین یدیّ جزاء السیّئۃ بمثلھا وترھقھم ذلۃ
مالھم من اللہ من عاصم فاصبر حتی یاتی اللہ بامرہ ان اللہ
مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون (البشریٰ جلد دوم صہ) یعنی وہ لوگ
جو خدا کی راہ میں روک ہوتے ہیں۔ عنقریب ان پر ان کے رب کی طرف سے
غضب کا نزول ہوگا۔ خدا کی مار لوگوں کی مار سے سخت تر ہوتی ہے۔ ہم جب
کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس کو ہوجا کا حکم دیتے ہیں۔ اور وہ ہوجاتا
ہے۔ یہ مخصوص ظالم اپنا ہاتھ کاٹیگا۔ اور میرے سامنے ڈالا جائے گا۔ یہ سزا
ہے اس بات کی۔ کہ جیسا بُرا کیا ویسا پھل پایا۔ اس پر ذلت سوار ہوگی۔
خدا تعالےٰ کی گرفت سے اس کو کوئی نہ بچا سکے گا۔ پس تو صبر سے کام لے
یہانتک کہ خدا تعالےٰ اپنا فرمان جاری کردے۔ خدا تعالےٰ ان لوگوں کے ساتھ
ہوتا ہے۔ جو متقی ہوں۔ اور محسن ہوں (۱۴) اما نرینک بعض الذی نعدھم
او نتوفینک (البشریٰ جلد اول صـ۱۳) یعنی بعض پیشگوئیاں تیری زندگی میں پوری
ہوں گی۔ اور بعض تیری وفات کے بعد (۱۵) سأوریکم ایاتی فلا تستعجلون
(البشریٰ جلد دوم صـ۱۳۱) یعنی میں عنقریب تم کو اپنے نشانات دکھاؤں گا۔ پس تم
جلدی مت کرو۔ (۱۶) ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین
(البشریٰ جلد اول صـ۱۲۱) یعنی اے ہمارے رب تو ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ

فرما۔ اور تو فیصلہ کرنے والوں سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

خدا تعالیٰ نے جیسا کہ حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کلام کے ذریعہ تسلی اور تشفی دی تھی۔ اسی طرح عملاً اپنے فعل سے مکفرین و مکذبین سے سلوک بھی کیا۔ اپنے اعلان کے بموجب اس نے اول المکفرین شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی کو پکڑا۔ اس کو ارذل العمر کا مزا چکھایا۔ اور ابتر کر کے مارا۔ چنانچہ اس کا کوئی روحانی یا جسمانی جانشین نہ ہوا۔ پھر بانی فتوئے تکفیر ابوسعید مولوی محمد حسین بٹالوی کو دنیا میں اولاد کے ذریعہ عذاب الیم دیا۔ اس کی تمام عزت خاک میں ملا کر نہایت حسرت اور یاس سے مارا۔ اور آخر کار کنجروں کے قبرستان میں دفن ہوا۔ کوئی جسمانی یا روحانی اولاد اس کی جانشین نہ ہو سکی۔ اسی طرح ہر وہ شخص جس کا نام فتوئے تکفیر میں درج تھا۔ کوئی دیوانہ ہو کر مرا۔ کوئی مفلوج ہوا۔ کوئی اندھا۔ کوئی کسی اور بدنی عبرتناک بیماری میں مبتلا ہوا کسی کو سانپ نے سونگھا۔ کسی کو سگِ دیوانہ نے کاٹا۔ کوئی صرع کی بیماری میں مبتلا ہو کر رخصت ہوا۔ کوئی طاعون کا شکار ہوا۔ کوئی مجذوم مرا۔ بالخصوص یہ انجام ان لوگوں کا ہوا۔ جن کو حضرت احمد علیہ السلام نے اپنی کتاب انجام آتھم میں صفحہ ۶۹ پر مباہلہ کی دعوت دی تھی۔ اور انہوں نے مباہلہ بھی نہ کیا۔ اور تکفیر و تکذیب سے بھی باز نہ آئے۔ جو شخص اب یا آئندہ بھی یہ خطرناک طرز عمل اختیار کرے گا۔ تو وہی خداوند غیور اب بھی موجود ہے۔ اور اس کے قبضۂ قدرت میں وہی گرفت اخذ الیم اور عذاب شدید کی موجود ہے۔

چونکہ ہمارا ادعا پنجاب یا ہندوستان یا دوسرے ممالک کے مکفروں اور

مکذبوں سے نہیں۔ اور یہ کام ہم ان ملکوں کے لوگوں پر چھوڑتے ہیں۔ کہ وہ
اپنے علاقہ کے ایسے لوگوں کے حالات جمع کر کے ترتیب دیں۔ اس واسطے ہم
صرف اس وقت افغانستان اور اس کے بعد صوبہ سرحد شمال مغربی کے اندر
واقع شدہ نشانات کا تذکرہ کریں گے۔ اور بالخصوص یہ حصہ کتاب مملکت
افغانستان سے متعلق ہے۔ کہ وہاں دعوت احمدیت کس طرح پہونچی۔ اور وہاں
کے مکفر و مکذب گروہ کے ساتھ خداتعالےٰ نے کیسا سلوک کیا۔ اور ہمارے ملک
کے باشندے اکثر حالات افغانستان سے بسبب ہمسایہ ہونے کے خوب
واقف ہیں۔ اس واسطے ان کی دلچسپی بھی انہی واقعات سے زیادہ ہوسکتی ہے
پیشتر اس کے کہ ہم اصل واقعات پر روشنی ڈالیں۔ ہم اپنے وطن کے
مطالعہ کنندگان سے بطور ایک ہموطن بھائی اور ہمدرد اور خیر خواہ کے مؤدبانہ
التماس کرتے ہیں۔ کہ وہ ذرا خدا کا خوف اور موت کا واقعہ اور میدان حشر
کی بازپرسی کو سامنے رکھکر ایک ایک ہو کر یا دو دو مل کر عدل اور انصاف
کو سامنے رکھکر خوب سوچیں۔ اور اپنی ضمیر سے دریافت کریں۔ کہ کیا ممکن نہیں
ہوسکتا۔ کہ واقعی آنیوالا اسی امت محمدیہ کا ایک فرد اور ہم ہی میں سے کوئی انسان
ہو۔ اور خداتعالےٰ نے اس کو شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف کیا ہو۔ اور
اس کو مسیح موعود اور امام مہدی معہود قرار دیا ہو۔ اور اس سے اشاعت
توحید اور تبلیغ رسالت محمدیہ اور تعلیم قرآن مجید کا کام لیا ہو۔ اور ہم کو صحیح معنوں
میں مسلمان بنانے آیا ہو۔ اور وہ موعود یہی حضرت احمد قادیانی ہو۔ اور دراصل
جمیع انبیاء و رسل کی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی فوت شدہ ہوں اور

ہم اور ہمارے علماء اس کی تکذیب اور تکفیر میں غلطی پر ہوں۔ اور حق اور سچ وہی ہو۔ جو حضرت احمد فرماتے ہوں۔ اور اگر واقعات اسی طرح ہوں۔ تو ہماری تکذیب اور تکفیر ہمارے واسطے کیسا خطرناک انجام پیدا کرے گی۔ ایک تو ہم اس شخص کی شناخت سے محروم رہے۔ جس کا تیرہ سو سال سے انتظار تھا۔ دوسرا وہ خدمت اسلام جو اس نے کرنی تھی۔ اس سے محروم ہوئے۔ تیسرا اس کے ماننے کے انعامات اور برکات سے محروم ہوئے۔ چوتھا اس کی تکفیر اور تکذیب کا وبال سر پر لیا۔ اور قیامت کے دن خدا تعالےٰ اور اس کے برگزیدہ رسول حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں شرمندہ اور رسوا ہوں گے۔ کہ ہم خدا کے فرستادہ اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فرزند اور جانشین کے اتباع سے محروم ہوئے۔ بلکہ اس کی تکفیر اور تکذیب کے مرتکب ہوئے۔

اللّٰھم احفظنا من التکفیر والتکذیب الصادقین۔

پس وہ لوگ جو اس وقت بدزبانی۔ بہتانات اور افتراء اور استہزاء کو پیشہ بنا چکے ہیں۔ وہ بار و بجز ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کریں۔ تا کہ وہ خدا کے غضب کی آگ کو اپنے خلاف نہ بھڑکائیں۔ اور اپنی عاقبت کو محمود بنانے کا فکر کریں۔ خدا تعالےٰ نے تمام قرآن کریم میں ایک مقام پر بھی ایسا نہ فرمایا۔ کہ فلاں شہر یا ملک میں ایک نبی اٹھا۔ اور لوگوں نے اس کی خوب تکذیب کی اور اس کو طرح طرح کی ایذائیں دیں۔ اور ہم ایسے لوگوں سے خوش ہیں۔ بلکہ بار بار یہ فرمایا۔ کہ فلاں ملک یا قوم میں ایک نبی اور رسول کھڑا ہوا۔ جن لوگوں نے اس کی تکذیب کی۔ اور اس کی مخالفت کی۔ ہم نے ان پر زمینی اور آسمانی عذاب

کی بارش برسائی اور ان کو ہلاک کر دیا۔ لہذا میرے دوست ان امور کو خوب سوچیں۔ اور خدا تعالےٰ سے توفیق مانگیں۔ کہ ان کو حق کی شناخت کی فرصت دے۔ اور اپنے آپ کو مجرم بنا کر اپنی ذات پر عذاب کے نزول کا تجربہ نہ کریں۔ وما علینا الا البلاغ وعلیہ الحساب ؛

باب اول

زمانہ حکومت ضیاء الملۃ والدین امیر عبدالرحمٰن خان بادشاہ دولت خداداد افغانستان

فصل اوّل

امیر عبدالرحمٰن خان کی کابل کے تخت پر تخت نشینی اور اس کو دعوتِ احمدیت

اعلیحضرت امیر عبدالرحمٰن خان جو امیر محمد افضل خان ابن امیر کبیر امیر دوست محمد خان کے فرزند تھے۔ اور ۱۸۳۰ء میں کابل میں متولد ہوئے۔ اور پچاس سال کی عمر میں ۳۰ جولائی ۱۸۸۰ء کو افغانستان کے تخت پر تخت نشین ہوئے اور بڑے شان و شوکت سے اور قوت و جبروت سے ایک مضبوط اور باقاعدہ حکومت قائم کر کے آخر کار ۲۲ سال کی حکومت کے بعد اس دار فانی سے راہی ملک عدم ہوئے۔

دعوتِ احمدیت

سیدنا حضرت احمد قادیانی علیہ السلام نے سنہ ۱۲۹۰ھ میں مامور من اللہ اور مبعوث ہو کر باتباع سنت محمدیہ بادشاہان عالم ورؤساء ریاست کو بھی دعوت سلسلہ حقہ دی۔ اوران کو باخبر کیا۔ کہ آنیوالا موعود آگیا ہے۔ اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو صدق دل سے قبول کریں۔ اور اتباع محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اختیار کریں۔ اور قرآن کتاب اللہ پر ایمان لائیں۔ اور اس کی تعلیم اور تعمیل پر عامل ہوں۔ اور اشاعت اسلام و تبلیغ دین حق میں اس کے معاون اور ممد ہوں۔ کہتے ہیں۔ کہ امیر عبدالرحمن خان کو جس وقت یہ دعوت پہونچی۔ تو اس نے سُنکر فرمایا۔ مارا عمرؓ باید نہ عیسےٰ۔ عیسےٰؑ در زمانِ خود چہ کردہ بود کہ بار دیگر آمدہ خواہد کرد۔ یعنی ہم کو حضرت عمر فاروقؓ کی ضرورت ہے۔ حضرت عیسےٰ ناصری کی ضرورت نہیں۔ حضرت عیسےٰؑ نے بعثت اولیٰ میں کیا کامیابی حاصل کی تھی۔ کہ اب دوبارہ آکر حاصل کرینگے۔

ہم کو تو ہرگز یہ یقین نہیں آتا۔ کہ امیر عبدالرحمن خان نے مسلمان کہلاکر ایسا گستاخانہ فقرہ ایک اولوالعزم نبی کے حق میں کہا ہو۔ جس سے نہ صرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بعثت اولیٰ پر حملہ ظاہر ہے بلکہ اس سے ان کی بعثتِ ثانیہ کی بھی عدم ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ نزول وظہور عیسےٰ موعود کی خبر قرآن کریم میں خود خدا تعالےٰ نے دی ہے۔ اور احادیثِ صحیحہ میں خود حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اور اگر اس فقرہ کی یہ تاویل کی جائے۔ کہ چونکہ حضرت عیسےٰ ناصری ایک جمالی نبی تھا۔ اور اس کی تعلیم صلح اور آشتی اور امن اور اخلاق پر مبنی ہے۔ اور حضرت عمر فاروقؓ نے کفار اسلام کے مقابلہ میں شمشیر سے کام لیکر

جہاد کیا تھا۔ اس واسطے بہ زمانہ تبلیغ اسلام کے واسطے جہاد بالسیف کو چاہتا ہے اور تبلیغ بالقرآن والبرہان کی ضرورت نہیں۔ تو اس طرح گویا امیر موصوف نے پادریوں اور مخالفین اسلام کی تصدیق اور تائید کی۔ کہ اسلام کی اشاعت واقعی بزور شمشیر ہوئی ہے۔ اور وُہ اپنی قوت روحانیہ اور براہین قاہرہ کے زور سے قلوب اقوام عالم کو مسخر نہ کر سکا۔

فصل دُوم

مسئلہ جہاد اور احمدیت

حقیقت جہاد حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ اگر مذہب اسلام اپنی اشاعت اور تبلیغ کے واسطے ممنون احسانِ شمشیر آبدار ہوتا۔ تو آغازِ اسلام میں جو لوگ مکہ معظمہ میں داخلِ اسلام ہوئے۔ ان کو کس تلوار سے سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح کیا تھا۔ اور سیزدہ سالہ مکّی زندگی میں آپ نے کیوں تیغ وسنان سے کام نہ لیا۔ تلوار تو مدنی زندگی میں اٹھائی گئی۔ اور وُہ بھی اس وقت جبکہ مکہ والوں نے نہ صرف مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے ہجرت پر مجبور کیا۔ بلکہ ان کی جائدادوں اور ازواج پر قبضہ کر لیا۔ بلکہ ان کو بہ یک بینی و دوگوش مدینہ منورہ اور حبشہ اور کنار بحر احمر کی ہجرت پر مجبور کیا۔ اور بہتوں کو تہ تیغ کیا آخر کار ان کا پیچھا کر کے ان کو مدینہ منورہ میں نیست و نابود کرنے کے شوق

اور ارادہ سے مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے۔ تو بحالتِ صد مجبوری اور بغرضِ حفاظت جان و مال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے اسی میل باہر نکلکر مقامِ بدر پر دفاعی مقابلہ کیا۔ اور اس کے بعد بھی جس قدر جنگ ہوئے زمانہ نبوی میں یا خلفاء اسلام کے زمانہ میں۔ وہ اکثر دفاعی تھے۔ تاہم تبلیغ اسلام تو صرف قوت رُوحانیہ اور براہین قرآنیہ سے ہوتی رہی۔ اور یہ مقدس کام بھی بادشاہوں نے نہیں بلکہ اولیاء اللہ روحانی لوگوں نے کیا ہے۔ اگر مسلمان بادشاہ جبر و اکراہ سے کام لیتے تو کیا ہندوستان اور مصر و شام میں دوسرے مذاہب کا وجود باقی رہتا؟ ہرگز نہیں۔

قرآن کریم نے تبلیغ مذہب کے بارہ میں صاف کہا ہے۔ کہ ادع الی ربک بالحکمة والموعظة الحسنة یعنی دعوت الی الاسلام صرف دلائل حکمت اور مواعظ حسنہ کے ذریعہ ہوا کرے۔ اور تلوار اور جبر کے بارہ میں فرمایا۔ کہ لا اکراہ فی الدین۔ اور دین کے بارہ میں کسی شخص کو جبر اور اکراہ سے مجبور نہ کیا جائے۔ بلکہ لکم دینکم ولی دین پر عامل ہوں۔ یعنی مومن اپنے مذہب پر عمل کریں اور کافر اپنے مذہب پر۔ کوئی کسی کو جبر سے مجبور نہ کرے۔ رہے سیاسی مخالف اور حملہ آور اعدا سے معاملہ۔ سو اس کے بارہ میں بھی صاف فرمایا۔ کہ قاتلوا الذین یقاتلوکم۔ یعنی تلوار کا جنگ ان سے کرو۔ جو تمہارے خلاف تلوار کے ذریعہ سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ ولا تعتدوا۔ اور تم کسی پر جبر اور زیادتی مت کرو۔ جزاء سیئة سیئة مثلھا۔ برائی کی سزا اسی قدر ہے جس قدر کہ برائی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ مذہب شمشیر کا محتاج نہیں

البتہ جان و مال کی حفاظت یا ملکی حفاظت کے واسطے بطور دفاع تلوار سے کام لینا لابدی اور ضروری ہے۔ اختلاف مذہب کی بناء پر کسی کو قتل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ بلکہ بے گناہ کو قتل کرنا اسلام میں جرم عظیم ہے۔ ہاں اگر کوئی فرد یا بادشاہ ایسے فعل کا مرتکب ہو۔ تو اس کے شخصی فعل کا اسلام ذمہ وار نہیں۔ اور نہ بادشاہوں کی ملک گیری کی جنگوں کو مذہبی جہاد سے کوئی تعلق ہے۔ اگر کوئی قوم یا بادشاہ اس قسم کی غلطی کا مرتکب ہو۔ تو وہ مذہب اسلام کے واسطے باعث ننگ و عار ہے۔

جہاد کا غلط مفہوم

بے شک عیسائی پادریوں اور آریوں کی سعی سے ایک طبقہ مسلمانانِ ہند اس باطل عقیدہ میں مبتلا ہو گیا ہے کہ آنیوالا امام مہدی معہود اور عیسےٰ موعود کفارِ اسلام سے جہاد بالسیف کریگا۔ اور اس غلط فہمی کی اشاعت میں اہل حدیث کے علماء بالخصوص نواب صدیق حسن خان بھوپالوی کی تالیفات نے بڑی مدد دی ہے۔ اور علمائے احناف جو سرحد افغانستان پر بستے ہیں۔ اکثر ہندوستان کے مکتبوں دیوبند۔ دہلی وغیرہ میں یہ غلط خیالات لیکر اپنے اوطان کو جاتے ہیں۔ اور اس غلط مسئلہ کو شہرت دیتے رہے ہیں۔ حضرت احمد مسیح موعود علیہ السلام نے اس غلطی کی بھی اصلاح کی۔ اور عمدہ دلائل اور براہین سے کی۔ اور فرمایا۔ کہ ہر مسلمان کے واسطے مقدم جہاد بالقرآن اور جہاد بالعلم والقلم ہے۔ اور یہی از روئے قرآن کریم جہاد کبیر ہے۔ جو تقریر اور تحریر کے ذریعہ سے ہو لیکن اگر کوئی دشمن دین اسلام قوم یا فرد مسلمانوں کے جان و مال و ملک پر دست تطاول دراز کرے۔ اور اس وجہ سے حملہ آور ہو۔ کہ اس کو مذہبی جنگ قرار دے۔ اور مسلمانوں کو شریعتِ قرآنیہ کی اتباع اور تبلیغ سے

روکے اور ارتداد پر مجبور کرے۔ تو بغرض حفظ جان و املاک و حکومت و مذہب بے شک مسلمان جہاد بالسیف کر سکتے ہیں۔ اور کون بیوقوف ہوگا۔ جو ظالم حملہ آور کے مقابلہ میں مظلوم مسلمانوں کا حق دفاع تسلیم نہ کریگا۔ اور اس کے قتل و غارت اور عزت آبرو اور ملک مذہب کو ضائع ہو جانے کا مشورہ دیگا اور اس پر رضامند ہوگا۔ حضرت احمدؑ نے جس قسم جہاد کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے وُہ وہ غلط مفہوم جہاد ہے۔ کہ صرف اختلاف مذہب کے سبب سے غیر مسلم کا قتل اور غارت جائز قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ ۱۸۹۲ء کے بعد ۱۹۰۲ء تک سرحد پر ملّا لوگوں نے جائز کر رکھا تھا۔ کہ جہاں کوئی انگریز مرد یا عورت کے خلاف موقع ملا تو اس کو بے گناہ قتل کر دیا۔ یہ سب ان بعض متشدد لایعقل مسجد نشین ملاؤں کے خیالات ہیں۔ قرآن کریم نے اس قسم کے کسی جہاد کی تعلیم نہیں دی۔ اس کے ذمہ وار یہی بے عقل لوگ ہیں۔ اور وہ امام مہدی معہود کو بھی اسی قسم کے جہاد کا عامل چاہتے ہیں۔ اور اسی انتظار میں ہیں۔ چونکہ حضرت احمد علیہ السلام نے ان کے اس لغو فعل کو ردّ کیا۔ اور اس کو حرام جہاد کہا۔ اس واسطے وہ ناراض ہو گئے اور لوگوں میں شہرت دی۔ کہ جماعت احمدیہ منکر جہاد ہے۔ ہم بے شک اس جہاد کے منکر ہیں جس کا ثبوت قرآن کریم میں نہیں ملتا۔ اور قرآن کریم کے فرمودہ ہر دو اقسام جہاد کے قائل ہیں۔ اور خود جہاد کبیر یا جہاد بالقرآن پر عامل ہیں۔ ہم محض اختلاف مذہب اور عقیدہ کے بناء پر کسی کی جان و مال پر حملہ کرنا اور ان کے قتل و غارت کو حرام جانتے ہیں۔ جو خدا کے بندوں کا خون ناحق کرے گا۔ وہ قیامت کے دن اس کا ذمہ وار ہوگا۔ مذہب اسلام تو اپنے

معنوی لحاظ سے صلح امن اور آشتی پھیلانے آیا ہے۔ اور ہر مسلمان اپنے نام کے لحاظ سے خدا تعالےٰ کا فرمانبردار۔ مخلوق خدا سے صلح اور امن سے زندگی بسر کرنے والا ہونا چاہیئے۔ اگر مذہب اسلام اس ظلم و تعدی کی تعلیم دیتا۔ تو ممالک اسلامیہ میں آج یہود۔ ہنود۔ نصاریٰ اور پارسی یا کوئی اور مذہب کا پیرو نظر نہ آتا۔ اور نہ صرف مبلغ تین روپے سالانہ کے مساوی رقم کے عوض میں غیر مسلم کو اپنی سلطنت میں آزاد رہنے دیتا اور نہ اس کے جان مال و مذہب کی پابندی کی ذمہ واری لیتا

فصل دُوم

تعلیمِ احمدیت

حضرت احمد قادیانی علیہ السلام نے اپنے عقائد اور تعلیمات اپنی ایک سو کے قریب کتب میں مدلل و مفصل لکھے ہیں۔ جو عربی اور اردو اور فارسی میں مرقوم ہیں۔ اور جماعت احمدیہ باتباع ان تعلیمات کے باواز دہل اعلان کرتی ہے۔

۱۔ آمنا باللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفوا احد۔ لیس کمثلہٖ شئی ولہ الاسماء الحسنیٰ۔ ولامعبود لنا الّا اللہ

۲۔ ونومن بالملئکۃ انھم عباد مکرمون۔ لایعصون امر اللہ ویفعلون مایؤمرون۔

۳۔ ونومن بما اوتی النبیّون من ربھم وبکتاب اللہ القرآن لانزید

فیہ ولا ننقص منہ مثقال ذرۃ الخیر کلہ فی القرآن وھو مقدم علی کل شیئ ولا شریعۃ لنا الا القرآن۔

۴۔ ونومن بسائر الانبیاء والرسل ولا نفرق بین احد منھم ونشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ وھو خاتم النبیین۔ لانبی بعدہٗ الا الذی ربی من فیضہ واظھر وعدہٗ وھو الذی قال اللہ فی حقہ یتلوہ شاھد منہ اسمہ احمد۔ وقال الرسول فی شانہ ینزل ابن مریم فیکم وامامکم وسماہ بعیسی نبی اللہ۔ لامھدی الا عیسیٰ ولیس بینی وبینہ نبی وھو فرد من افراد امتہ۔

۵۔ ونحل ما احل اللہ ورسولہ ونحرم ما حرم اللہ ورسولہ۔

۶۔ نصلی خمس صلوٰۃ بالجماعۃ ونستقبل القبلۃ وھی الکعبۃ فی بطن بکۃ المبارکۃ ونصوم صیام شھر رمضان ونوتی الزکوٰۃ ونحج البیت ان کان لنا استطاع الیہ سبیلا۔

۷۔ ونومن بالبعث بعد الموت ونحن لہ مسلمون؛

(۱) ہم اللہ تعالےٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ کہ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔ نہ اس کا کوئی باپ ہے۔ اور نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے۔ نہ اس کا کوئی مثیل ہے۔ اس کے واسطے پاک صفات ہیں۔ اور ہمارا کوئی معبود نہیں۔ سوائے اللہ تعالےٰ کے۔

(۲) ہم ایمان رکھتے ہیں۔ کہ ملائکہ خدا تعالےٰ کی قابل عزت مخلوق ہیں۔ اور خدا کے حکم سے نافرمان نہیں۔ بلکہ وُہ وہی کرتے ہیں۔ جو ان کو حکم دیا جاتا ہے

(۳) ہم ایمان رکھتے ہیں۔ ان تمام وحیوں پر جو خدا تعالےٰ کے نبیوں کو ان کے رب سے ملی ہیں۔ اور اس کی کتاب قرآن پر بھی۔ نہ ہم اس میں کسی چیز کو زیادہ کرتے ہیں۔ نہ کم۔ خواہ ایک ذرّہ بھر ہو۔ تمام خوبیاں قرآن میں ہیں۔ اور وہ تمام چیزوں پر مقدم ہے۔ اور ہماری شریعت صرف قرآن کریم ہے۔

(۴) ہم ایمان رکھتے ہیں۔ کہ جمیع انبیاء و رسل صادق تھے۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہیں کرتے۔

ہم شہادت دیتے ہیں۔ کہ حضرت محمدؐ خدا کا بندہ اور رسُول تھا۔ اور وہ خاتم النّبیین ہے۔ اس کے بعد کوئی مدعی نبوّت سچا نہیں۔ سوائے اس کے جو فیض محمدی سے فیض یافتہ ہو۔ اور اس کے وعدہ کے بموجب ظاہر ہُوا ہو۔ اور وُہی شخص ہو سکتا ہے۔ جس کے حق میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ سیّدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک شاہد من اللہ ظاہر ہو گا۔ جو اس میں سے ہو گا۔ اور اس کا نام احمدؐ ہو گا۔ اور سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم میں ایک ابن مریم ظہور کرے گا۔ جو تمہارا امام ہو گا۔ اور تم مسلمانوں میں سے ہو گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عیسےٰ نبی اللہ رکھا ہے۔ اور کوئی جدا امام مہدی معہود نہ ہو گا۔ سوائے عیسےٰ موعود کے۔ اور اس کے اور سیّدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانہ میں کوئی ولی اللہ۔ مجدد یا محدث نبی نہ کہلائے گا۔ وہ اسی امت کے افراد میں سے ایک فرد ہو گا۔

(۵) ہم حلال جانتے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو جن کو اللہ تعالےٰ اور اس کے

رسول نے حلال ٹھہرایا۔ اور حرام جانتے ہیں۔ جس کو انہوں نے حرام ٹھہرایا۔
(۶) ہم پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور منہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں۔
اور وہ کعبۃ اللہ ہے۔ جو مکہ معظمہ میں ہے۔ اور ماہِ رمضان کے روزے رکھتے ہیں
اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور حج بیت اللہ ادا کرتے ہیں۔ اگر ہم کو اس کی طرف
جانے کی استطاعت میسر ہو۔
(۷) ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ہم خدا تعالےٰ
کے فرمانبردار اور مسلمان ہیں۔

یہ ہمارے عقائد اور تعلیمات ہیں۔ جو ان کے خلاف ہمارے حق میں کہتا
ہے۔ وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ اور اپنے کذب و بہتان کے واسطے خدا کے نزدیک
جواب دہ ہوگا۔

فصل چہارم

ہفتاد و دو ملّت اور احمدیّت

بے شک پیروانِ اسلام ہفتاد و دو ملّت میں آج تقسیم شدہ ہیں۔
اور ہر فرقہ باقی فرق کو کافر اور خارج از اسلام کہتا ہے۔ گویا عملاً تمام اپنے
منہ کے فتووں سے اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ اور ہر ایک فرقہ کے خلاف
اکثر فرق کے فتاوی تکفیر کے موجود ہیں۔ ہم جماعت احمدیہ کے افراد علیٰ قدم
الصحابۃ النبی ہیں۔ اور تفریق بین المسلمین کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اس مصیبت

نے مذہب اسلام کی شوکت کو تباہ کر دیا ہے۔ اور ہم اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کہ ایک گروہ قرآن کریم کو کامل اور مکمل یقین نہیں کرتا۔ اور اس کو دست برد صحابہ سے خالی نہیں جانتا۔ یا حضرت ابوبکرؓ الصدیق اور حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ ذوالنورین کو خلفا برحق نہیں جانتا۔ اور ان کو اور حضرات ازواج النبی میں سے حضرت عائشہؓ صدیقہ اور حضرت حفصہؓ کو کافر اور فاسقین کہتے ہیں۔ اور ان کی نفی ایمان کرتے ہیں۔ یا ان کی خلافتِ برحق ماننے والوں کو ناصبی اور جہنمی کہتے ہیں۔ ہم ان لوگوں کے خیالات کو بھی نفرت سے دیکھتے ہیں۔ جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ یا حضرت امام محمد شافعی یا حضرت امام مالک یا حضرت احمد حنبل کو بدعتی اور مفتری کہتے ہیں۔ اور ان کی مساعی جمیلہ کو قدر اور عزت سے نہیں دیکھتے بلکہ ان کی ہتک کرتے ہیں۔ اور ان پر حدیث کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار کے مصداق ٹھہراتے ہیں۔ اور اہل سنت کو مشرکین کا گروہ کہتے ہیں۔

الغرض مسلمانوں کا ہر گروہ دوسرے کی دل آزاری کو ثواب جانتا ہے اور اس طرح تخریب اسلام کے درپے ہے۔ ان لوگوں نے اسلام سے وہ دشمنی کی جو کفار بھی نہ کر سکے۔ اور حدیث نبویؐ ستفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعون فرقۃ کلھم فی النار الّا واحدۃ۔ قالوا ماھی قال ما انا علیہ واصحابی کو اپنے اندر پورا کیا۔ یعنی عنقریب میری امت قریب ہیں ۷۳ فرقے ہو جائیگی تو ۷۲ فرقے تو اہل النار ہوں گے۔ اور صرف ایک محفوظ رہے گا جو میرے اور میرے اصحاب کے نقشِ قدم پر چلے گا۔

فرقۂ واحدہ کی شناخت

قرآن کریم نے دو گروہوں کی خبر دی ہے۔ ایک اصحاب محمدؐ کا اور ایک اصحاب احمدؑ کا۔ اول الذکر کا نام اولین اور امیین رکھا ہے۔ اور دوسرے گروہ کا نام آخرین رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ یوں خبر دی ہے۔ ھُوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم . . . . وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم (سورۂ الجمعہ) دوسری جگہ فرمایا ہے۔ کہ ثُلّۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی احادیث میں فرمایا ہے۔ کیف تھلک امۃ انا اولھا والمسیح ابن مریم فی آخرھا۔ یعنی میری امت کس طرح ہلاک ہوگی۔ جس کا نجات دہندہ جماعت اولین میں میں خود موجود ہوں اور جماعت آخرین میں المسیح ابن مریم ہوگا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ آخرین کی جماعت حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت ہے۔ اور چونکہ وہ ایک طرف اس گروہ کی شناخت یوں بتائی گئی ہے۔ کہ ما انا علیہ واصحابی یعنی وہ میری سنّت پر اور میرے اصحاب کی طرز پر عامل ہوگی۔ تو دوسرے طرف فرمایا۔ کہ آخرین منھم یعنی وہ آنیوالی جماعت اصحاب النبی میں شمار ہوگی۔ پس ۷۲ فرقوں کی باہمی تکفیر وتفسیق کے بعد جو گروہ بنا۔ وہ خدا کے حکم سے اور ایک نبی اللہ کی اجازت سے تھا۔ اور ان کے پیش نظر صرف تین امور ہیں۔ یعنی خدا۔ رسول۔ اور کتاب اللہ اصحاب النبی کا بھی اصل کام (۱) اشاعت توحید (۲) تبلیغ رسالت محمدیہؐ اور (۳) شریعت قرآنیہ تھا اور اصحاب احمدؑ کا کام بھی دراصل اشاعت توحید، تبلیغ رسالت محمدیہؐ اور شریعت قرآنیہ ہے۔ لہذا حضرت احمد جری اللہ کی جماعت ہی علی قدم صحابہ اور فرقہ واحدہ اور گروہ ناجیہ ہے۔ باقی ۷۲ فرقے ان باہیوں

کی طرف منسُوب ہیں۔ جو خود صاحب وحی اور مامور من اللہ نہ تھے۔ مگر یہ جماعت ۷۲ کی جامع ہے۔ یعنی ان کو ایک مرکز اور امام پر جمع کرنے والی ہے۔

جس طرح سیّدنا حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف جمیع قسم کے کفار و مشرکین۔ یہود و نصاریٰ اور مجوسی اور لا مذہب متفق ہو کر الکفر ملۃ واحدۃ کے مصداق تھے۔ اسی طرح سیّدنا حضرت احمد جری اللہ کے خلاف تمام گروہ اور مذاہب ملکر متفقہ محاذ قائم کر چکے تھے۔ اور الکفر ملۃ واحدۃ کا نمونہ بن گئے۔ ہر ایک بدفطرت اور اشر الناس اس مخالفت میں پیش پیش رہا۔ اور ان میں سے ایک جو اشر الخلائق تھا۔ شرق وغرب و شمال وجنوب میں در بدر بھاگتا پھرا۔ اور ہر جگہ گوسالہ سامری کی طرح نعرہ زن ہوُا۔ کہ شیعہ سنّی بھائی الّا میرزائی (یعنی احمدی)، ہندو مسلم بھائی الّا میرزائی مسلم عیسائی بھائی الّا میرزائی۔ گویا کلھم فی النار فرق الکفر ملۃ واحد ہو گئے۔ اور مستثنیٰ وہی ٹھہرایا گیا جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے الّا واحدۃ کہا۔ تو اس اشر الناس نے اس کی نشان دہی الّا میرزائی سے کر دی۔ کسی احمدی کو کسی مکفر و مکذب کا میرزائی کہنا بعینہٖ ایسا ہے۔ جیسا کہ کفار و مشرکین اصحاب الرسول کو صابی کہتے تھے۔

وہ علماء جن کو سیّدنا حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے شر من تحت ادیم السماء قرار دیا تھا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت پر فتوے کفر دے کر حدیث من قال لاخیہ کافر فقد باء باحدھما (صحیح مسلم)، خود اپنے کفر پر مہر تصدیق ثبت کی۔ اور مصداقِ

کلھم فی النار ہوئے۔ اور اس عبد الرحمن نے جب الامیر زانی کہا۔ تو حدیث الا واحد جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ٹھہرایا تھا۔ تصدیق فرقہ ناجیہ کر دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

سرحدات ہند پر جہاد بالسیف کہتے ہیں۔ آغاز ۱۹۰۱ء میں امیر عبد الرحمن خان کے منشاء کے ماتحت ایک رسالہ بنام تقویم الدین دربارہ تحریک جہاد سرحدات ہند پر تقسیم کیا گیا۔ جس میں اقوام افاغنہ سرحد کو جہاد بالسیف پر آمادہ کیا گیا تھا۔ دیکھو انگریزی کتاب بنام افغانستان مصنفہ مسٹر انگس ہملٹن مطبوعہ لنڈن ۱۹۰۶ء صفحہ ۴۱۵ جس سے آزاد قبائل مشتعل ہو کر بے گناہ انگریزوں پر پشاور اور بنوں میں بسبب اختلاف مذہب حملہ آور ہوئے۔ کئی بے گناہ انگریز مارے گئے۔ اور مارنے والے غازی بنے۔ حالانکہ یہ سب کچھ خلاف تعلیم قرآن تھا۔ جو کیا گیا۔

فصل پنجم (۵)

افغانستان میں احمدیت اور شہادت حضرت ملا عبد الرحمن احمدی شہید

افغانستان میں احمدیت حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید جو موضع سید گاہ علاقہ خوست سمت جنوبی کا ایک نجیب سید اور رئیس اور عالم تھا۔ اور بڑی جائداد کا مالک اور کثرت سے مریدوں کا پیر تھا ان کو ملک اور حکومت میں ایک خاص عزت حاصل تھی چنانچہ جب امیر عبد الرحمن

خان نے انگریزی گورنمنٹ ہند کے ساتھ تقسیم سرحدات کا معاہدہ ۱۸۹۳ء میں کرلیا تھا۔ اور سرحد کرم پر حد بندی ہونی قرار پائی۔ تو گورنمنٹ ہند کی طرف سے آنریبل سر مارٹیمر ڈیورنڈ اور جناب نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان ساکن ٹوپی ضلع پشاور نمائندے مقرر ہوئے۔ اور دولت افغانستان کی طرف سے سردار شیرین دل خان گورنر سمت جنوبی اور حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید مقرر ہوئے۔ امیر عبد الرحمٰن خان نے آپ کے متعلق ایک فرمان میں اپنے قلم سے لکھا ہے کہ کاش افغانستان میں آپ جیسے ایک دو عالم اور بھی ہوتے۔ اور خوست کے تمام خوانین وکلا اور معتبرین کا آپ کے متعلق اقرار نامہ موجود ہے۔ کہ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو ہم پر ہر لحاظ سے فوقیت حاصل ہے۔ اور انہیں ہم اپنا سرکردہ تسلیم کرتے ہیں۔ بمقام پارہ چنار کرم دن کو یہ کمیشن حد بندی کرتا۔ اور وہ حد قائم کی جاتی جس کو ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں۔ اور رات کو باہم ملاقات باز دید کرتے۔ اور باہم مجالس خورونوش اور مضامین متفرقہ پر اظہار خیالات کرتے۔

انہی ایام میں پشاور کے ایک سید چن بادشاہ صاحب بطور محرر اس کمیشن کے ساتھ تھے۔ کسی وقت بدوران گفتگو مختلفہ حضرت احمد جری اللہ کے ظہور وبعثت و دعوے کا تذکرہ درمیان آیا۔ اور حضرت سید عبد اللطیف صاحب نے نہایت شوق سے یہ ذکر سنا۔ اور مزید حالات معلوم کرنے کی غرض سے ان کی کوئی تصنیف دیکھنے کی خواہش کی۔ اور سید چن بادشاہ نے آئینہ کمالات اسلام یا دافع الوساوس مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بغرض مطالعہ پیش کی۔ اور اس طرح افغانستان کے ایک درخشندہ گوہر کو احمدیت کا پیغام مل گیا

یہ کمیشن ۲۹ مئی ۱۸۹۴ء لغایت ۳؍ دسمبر ۱۸۹۴ء اپنا حد بندی کا کام کرکے واپس ہوگئی۔

حضرت سید عبداللطیف صاحب اس کے بعد وقتاً فوقتاً اپنے ہوشیار اور عالم مولوی حضرت عبدالرحمٰن صاحب اور حضرت مولوی عبدالجلیل صاحب شاگردوں کو افغانستان سے بغرض حصول معلومات حالاتِ مزید قادیان بھیجا کرتے۔ اور وہ تازہ حالات سے ان کو مطلع کیا کرتے۔ اور تالیفاتِ جدیدہ ساتھ لے جایا کرتے۔ آخری دفعہ حضرت عبدالرحمٰن صاحب دسمبر ۱۹۰۰ء میں قادیان آئے۔ اور واپسی پر براہِ پشاور افغانستان گئے۔ اور بدوران قیامِ پشاور جناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل پشاور کے بالاخانہ پر بیرون کابلی دروازہ مقیم رہے۔ اور یہاں سے روانہ وطن ہوئے۔

ان دنوں میں سرحد پر افغان غازی بے گناہ انگریزوں کے قتل وخون ناحق میں مشغول تھے۔ ان حالات کو دیکھکر حضرت احمد علیہ السلام نے ایک رسالہ جہاد پر لکھا۔ اور اس میں حقیقت جہاد پر بحث کی تھی۔ اور اس قسم کے جہاد کو حرام قرار دیا تھا۔ اور انجمن حمایت اسلام لاہور کی مساعی سے ان دنوں علماء ہند و سرحد نے بھی ایک فتوٰی عربی۔ فارسی اور اردو میں چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں چھپوایا تھا۔ اور کثرت سے سرحد پر تقسیم کیا گیا تھا جن میں سے کچھ حضرت عبدالرحمٰن صاحب احمدی اپنے ساتھ افغانستان لے گئے تھے۔ اور ان کو وہاں تقسیم کیا۔ اور خوست سے فارغ ہوکر کابل گئے۔ اور وہاں کے علماء کو پیش کئے۔ اور ان سے گفتگو کی۔ جس امر کو وہاں کے علماء نے امیر عبدالرحمٰن خان

کے گوش گذار کیا۔ اور اس نے حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب احمدی کو اپنے دربار میں بلوایا۔ اور بیان لیا۔ اور کابل میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی۔ کہ گویا حضرت احمد اور جماعتِ احمدیہ ہر قسم کے جہاد کے منکر ہیں۔ اور ان رسائل کو اپنے جہاد بالسیف کے خلاف پایا۔ امیر عبدالرحمن خان نے حضرت مولوی عبدالرحمن احمدی کو کچھ عرصہ قید میں رکھا۔ اور پھر دربار میں بلوایا۔ اور جب اُن کو اپنی جاری کردہ جہاد کے خلاف پایا۔ تو ان کے قتل کا حکم دیدیا۔ اور ان کے گلے کو گھونٹا گیا۔ اور دم گھٹکر شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ واقعہ ۱۹۰۱ء کے آغاز نصف میں ہوا۔ اور یہ پہلا احمدی مظلوم تھا۔ جس کو جہاد کے انکار کے الزام میں قتل کیا گیا۔

حضرت احمد مسیح موعود علیہ السلام کو اس سے قبل الہام الٰہی سے اطلاع مل چکی تھی۔ "شاتان تذبحان" (دیکھو البشریٰ جلد اول ص۳۵) یعنی دو بکرے مارے جاویں گے۔ اور حضرت عبدالرحمن صاحب بکرے کی طرح نہایت ظلم سے مارے گئے۔

فصلِ ششم

امیر عبدالرحمن خان پر نزولِ عذاب اور اُسکی وفات

خدا تعالےٰ نے جو بڑا غیور ہے۔ یہ ظلمِ ناروا پسند نہ کیا۔ بلکہ اس نے اپنے غضب کو بھڑکایا۔ اور اس پر بہت جلد اپنے عذاب کا نزول کیا۔ اور ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء

کو امیر عبدالرحمن خان پر فالج کی بجلی گرادی۔ جس سے اس کا دایاں پہلو بے کار ہو گیا۔ ہندوستان اور افغانستان کے حاذق حکیموں اور ماہر ڈاکٹروں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ اور بہتیرا علاج کیا۔ مگر ڈاکٹر یا حکیم کیا چیز ہیں۔ جو کسی مغضوب کو خدا کی گرفت سے نجات دلا سکیں۔ امیر عبدالرحمن خان کی حالت ہر روز بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ اور طاقت نشست و برخاست بھی سلب ہو گئی۔ آخر کار فرشتۂ اجل نے باذنِ خداوندی اس کی رُوح کو ۳ بجے شب بروز جمعرات ۳ اکتوبر ۱۹۰۱ء مطابق ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ قبض کر لیا۔ اور دربار خداوندی میں بطور مجرم بجرم شہادت حضرت ملّا عبدالرحمن شہید پیش ہوا۔ اور اس کا جسدِ عنصری شہر کابل دِہ افغانان کے بازار شاہی کے بستان سرائے میں دفن ہوا۔ جس پر اس وقت ایک عظیم الشان گنبد موجود ہے ؎

بنگر کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را ٭ چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

دیکھو تاریخ افاغنہ حصہ اول صـ۹۹ مؤلفہ شہاب الدین ثاقب مطبوعہ حمیدیہ پریس لاہور اور انگریزی کتاب افغانستان صـ۱۳۳ و ۱۳۴ ٭

شجرۂ نسب امیر افغانستان

امیر کبیر امیر دوست محمد خان بارک زائی

تولد ۱۷۷۳ء تخت نشینی ۱۸۲۹ء وفات ۱۸۶۳ء مدفون ہرات

زوجہ ثانیہ — ۱ — زوجہ اول

امیر شیر علی خان بادشاہ افغانستان
تولد ۱۸۲۵ء وفات ۱۸۷۹ء
تخت نشینی ۱۸۶۳ء

وزیر محمد اکبر خان غلزی
سردار غلام حیدر

امیر محمد افضل خان
وفات ۱۸۶۷ء

امیر محمد اعظم خان
وفات ۱۸۷۰ء

سردار محمد اسحاق خان
تولد ۱۸۴۰ء
جلاوطن روسیہ

امیر محمد یعقوب خان — امیر محمد ایوب خان — سردار محمد ابراہیم خان
امیر کابل — امیر کابل

تولد ۱۸۵۶ء جلاوطن ۱۸۸۱ء - تولد ۱۸۵۳ء جلاوطن ۱۸۷۹ء

سردار عبدالمجید خان - سردار عبدالحمید خان

امیر عبدالرحمن خان
تولد ۱۸۴۴ء جلاوطن روسیہ ۱۸۶۹-۷۹ء تخت نشینی ۱۸۸۰ء
فالج گرا - وفات ۳ر اکتوبر ۱۹۰۱ء

امیر حبیب اللہ خان
تولد ۱۸۷۲ء تخت نشینی ۱۹۰۱ء
وفات ۱۹۱۹ء قتل ہوا

سردار نصراللہ خان
تولد ۱۸۷۴ء وفات ۱۹۲۱ء
قتل ہوا

سردار محمد عمر خان
تولد ۱۸۸۹ء

سردار امین اللہ خان تولد ۱۸۸۵ء — سردار غلام علی خان تولد ۱۸۸۹ء

امیر امان اللہ خان بادشاہ افغانستان تولد ۱۸۹۰ء عزل ۱۹۲۸ء جلاوطن در اطالیہ	سردار حیات اللہ خان تولد ۱۸۹۰ء وفات ۱۹۲۹ء قتل ہوا	سردار عنایت اللہ خان تولد ۱۸۸۸ء عزل ۱۹۲۸ء جلاوطن در ایران

و سردار محمد کبیر جان تولد ۱۸۹۳ء

(نقل شدہ از کتاب افغانستان انگریزی مؤلفہ مسٹر انگس ہملٹن صفحہ ۳۶۵)

باب دوم

زمانہ حکومت سراج الملۃ والدین امیر حبیب اللہ خان بادشاہ افغانستان

فصل اول

تخت نشینی امیر حبیب اللہ خان اور حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید

تخت نشینی امیر حبیب اللہ خان جو امیر عبدالرحمٰن خان کا بڑا فرزند تھا۔ اور ملکہ گلریز ساکن واخان کے بطن سے بمقام سمرقند ۱۸۷۲ء میں تولد ہوا تھا۔ اور امیر عبدالرحمٰن خان کی طرف سے مقرر شدہ ولی عہد تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ۳ر اکتوبر ۱۹۰۱ء کو تخت نشین ہوا۔ اس کے استاد حضرت سید عبداللطیف صاحب احمدی شہید نے اس کی رسم دستار بندی ادا کی۔ جو ان دنوں کابل میں تھے۔ اور دربار کابل کے

معتمد علیہ بھی تھے۔ چنانچہ اشد مخالف میرزا شیر احمد اپنی نجم السعادت میں لکھتا ہے۔

چو بود مرو سخندان و پر فن وجرار ٭ بہ بارگاہ امیر جہاں رسیدش کار
ظہور صدق و ارادت نمود مدتِ چند ٭ کہ تا بقرب بساط امیر شد پیوند

یعنی چونکہ حضرت عبد اللطیف ایک سخن دان اور صاحب کمال اور جری انسان تھا۔ لہٰذا امیر کابل کے دربار میں اس کو رسوخ حاصل ہوگیا تھا۔ کچھ عرصہ اس نے اپنی صداقت اور ارادت کا اظہار کیا۔ جس کی وجہ سے اس کو امیر کابل کے بساط کا قرب حاصل ہؤا۔ گویا حضرت شہید مرحوم کے مقرب بارگاہِ امیر ہونا اشد ترین مخالفوں کو بھی مسلّم تھا۔

۶ر اکتوبر ۱۹۰۱ء مطابق ۲۲ر جمادی الثانی ۱۳۱۹ء ایک عام دربار شہر کابل میں کیا گیا۔ اس دربار میں نمائندگانِ ملک اطراف واکناف سے اور امراء و اراکین سلطنت نے امیر حبیب اللہ خان کو اپنا بادشاہ اور حکمران تسلیم کرلیا۔ اور سردار نصر اللہ خان اس کے برادر خورد کو جو ۱۸۷۴ء میں تولد ہؤا تھا۔ اپنا نائب السلطنت مقرر کرلیا۔ بوقت تاجپوشی اس کی عمر قریباً تیس سال تھی۔ اور سردار نصر اللہ خان کی عمر ستائیس سال تھی۔

ان دنوں سرحد پشاور پر علاقہ اقوام مہمند میں جناب ملا نجم الدین عرف ملا صاحب ہڈہ موضع ہڈہ میں موجود تھے۔ اور ملا صاحب جناب آخوند عبد الغفور صاحب سوات عرف اخوند صاحب سوات مدفون سیدو کے مرید تھے۔ اس کا ایک مد مقابل سجادہ نشین علاقہ خٹک موضع مانکی تحصیل نوشہرہ

میں جناب ملا عبدالوہاب عرف ملا صاحب مانکی تھے۔ ہر دو آپس میں ایک پیر اخوند صاحب کے مرید تھے۔ مگر باہم رقابت اور عداوت پیدا ہوگئی تھی۔ ملا صاحب مانکی نے حکم دیا تھا۔ کہ استعمال چلم و نسوار حرام ہے۔ اور نماز میں بوقت تشہد اشارہ بالسبابہ درست نہیں۔ اور انگریزوں کا خون ناحق گرانا حرام ہے۔ اور بغیر بادشاہ آزاد قبائل کا جہاد نہیں ہوتا۔ ملا صاحب ہڈہ نے آزاد اقوام کا جنگ جہاد سے موسوم کیا۔ لڑنے والوں کو غازی کا خطاب دیا۔ اشارہ بالسبابہ کو مریدوں پر لازم کیا۔ اور چلم اور نسوار کے استعمال کی حرمت کو غلط قرار دیا۔ اس اختلاف کے سبب سے باہمی عداوت قتل و غارت تک پہونچ گئی۔ اور اختلاف کا اثر۔ بنیر۔ سوات۔ باجوڑ۔ اقوام مہمند۔ افریدی خٹک۔ اضلاع پشاور۔ کوہاٹ اور بنوں میں پھیل گیا۔ اور افغانستان میں بھی اختلاف نے خصوصیت کی شکل اختیار کی۔

امیر حبیب اللہ خان کا استاد اور حضرت عبداللطیف احمدیت سے قبل ملا صاحب مانکی کے مرید تھے۔ بعد میں جب ان پر ملا صاحب مانکی کے معتقدات کی حقیقت کھل گئی۔ تو آپ نے ان کی تردید شروع کر دی۔ اور سردار نصراللہ خان کا تعلق ملا صاحب ہڈہ سے تھا۔ کیونکہ سردار نصراللہ خان جنگ و جہاد کا شائق تھا۔ اور انگریزوں سے نفرت رکھتا تھا۔ اس واسطے وہ حضرت عبداللطیف صاحب کا بھی مخالف تھا۔ مگر چونکہ بادشاہ کا استاد تھا۔ اس واسطے وہ ان کو کوئی نقصان نہ پہونچا سکتا تھا۔ مگر انتقام کی تاک میں رہتا۔

ملّا صاحب ہڈہ ۲۳ دسمبر ۱۹۰۲ء مطابق ۲۳ شہر رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہو گئے۔ اور اقوام سرحد میں جنگ وجہاد کا چرچا سست پڑ گیا۔

فصلِ دوم

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید کا ارادۂ حج و سفر قادیان

حضرت شہید مرحوم نے جس زمانہ میں کتاب آئینہ کمالات اسلام پڑھی اور اس کے بعد حضرت ملّا عبدالرحمٰن شہید اور مولوی عبدالجلیل صاحب اور حضرت ملّا عبدالستار عرف ملّا بزرگ کو وقتاً فوقتاً قادیان بحضور حضرت مسیح موعودؑ بھیجتے رہے۔ تاکہ علم و معرفت میں مزید ترقی ہو
تو ان کے مرید افغان سمت جنوبی اور غزنی سے قادیان آتے رہے۔ اور داخلِ بیعت ہوتے رہے۔ اور ان مبایعین کی فہرست اخبار الحکم قادیان میں شائع ہوتی رہتی۔

جس وقت امیر حبیب اللہ خان نے زمامِ حکومت سنبھال لی۔ تو حضرت شہید نے اجازت سفر حج بیت اللہ طلب کی۔ اور امیر موصوف نے بخوشی اجازت دیدی۔ اور انعام و اکرام سے رخصت کیا۔ آپ کابل سے خوست اور وہاں سے وارد لاہور ہوئے۔ لاہور میں ان کو معلوم ہوا۔ کہ طاعون کی کثرت نے حجاج پر شرائط کے قیود لگا دیئے ہیں۔ اور سلطانِ روم

نے گورنمنٹ ہند سے حج ہند کے لئے فرنطیہ کا مطالبہ کیا تھا جس نے حج کو قریبًا محال کر دیا تھا۔ اس واسطے آپ نے ارادۂ حج کو کسی اور وقت پر ملتوی کر گئے قادیان دار الامان جانے کا ارادہ کر لیا۔ اور حضرت احمدؑ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ اور ان کی صحبت بابرکت سے مستفید ہوتے رہے۔ غالبًا آپ ہندوستان رجب المرجب ۱۳۲۰ھ کو تشریف لائے تھے۔ اور نصف شوال المکرم ۱۳۲۰ھ تک قادیان میں رہے

حضرت صاحبزادہ صاحب کے کمالات اللہ اور اس کے رسول سے عشق ومحبت کا کچھ کچھ اندازہ وہ لوگ لگا سکتے ہیں۔ جن کو ان کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ آپ کی طہارت۔ پاکیزگی اور صفائی قلب کا یہ کتنا زبردست ثبوت ہے۔ کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی اللہ تعالےٰ سے بشارت ملی تھی۔ چنانچہ آپ کے کئی شاگردوں کا بیان ہے۔ کہ آپ نے پہلے سے ہمیں بتلایا تھا۔ کہ اس زمانہ میں مسیح موعود آنے والے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے شاگردوں کو پہلے سے احمدیت کے لئے تیار کیا تھا۔ اور جب آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتاب پہونچی۔ تو آپ نے فورًا مان کر صدیقیت کا ایک بڑا نمونہ پیش کیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب چونکہ قرآن وحدیث کے پیرو تھے۔ اور اہلِ بدعت فرقے آپ کے قرآن وحدیث وعلوم حقانی کے پھیلانے کی وجہ سے سخت مخالف بلکہ جانی دشمن بن گئے تھے۔ اور ملا نجم الدین صاحب سجادہ نشین ہڈہ اہل بدعت کے ایک فرقہ کا پیر تھا۔ اور سردار نصر اللہ خان بھی اس کا مرید تھا۔ اس لئے

وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کا سخت مخالف تھا۔ مگر چونکہ آپ کا رسوخ حکومت کے ساتھ نہایت مضبوط تھا۔ اس لئے سردار نصر اللہ خان آپ کو نقصان پہونچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن جس وقت حضرت صاحبزادہ صاحب نے احمدیت کا اعلان افغانستان میں کر دیا تو سردار نصر اللہ خان کو یہ ایک بڑا بہانہ مل گیا۔ اور آپ کے خلاف مفسدہ پرداز مولویوں میں سخت پراپیگنڈا کیا۔ حتےٰ کہ امیر حبیب اللہ خان کو بھی مولویوں کے فتوے پر دستخط کرنے پر مجبور کیا؛

خاکسار راقم بھی ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۰۲ء جلسہ سالانہ کے موقعہ پر پہلی دفعہ قادیان پہونچا۔ اور مہمان خانہ میں جہاں اس وقت جنوب کی طرف پہلا کمرہ ہے۔ اس میں حضرت شہید مرحوم اور ان کے ساتھی ٹھہرے تھے۔ اور جہاں اب کنوآں ہے۔ وہاں ہر صبح چارپائی پر رُو بہ قبلہ قرآن کریم کا مطالعہ و تلاوت فرماتے رہتے۔ اور خاکسار کنوآں کے پاس شمال کی جانب پہلے کمرہ میں مقیم تھا۔ ہر روز نماز باجماعت میں شامل ہونے کی غرض سے مسجد مبارک میں حاضر ہوتے۔ اور مسجد مبارک ان دنوں نہایت تنگ تھی۔ اور ہر صف میں نہایت چار یا پانچ افراد ہی کھڑے ہو سکتے حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی امام الصلوٰۃ ایک چھوٹے کمرہ میں علیحدہ کھڑے ہوتے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس باری کے پاس جو ان کے گھر میں بجانب شمال ہے۔ نماز ادا کرتے۔ اور حضرت شہید صفِ اوّل کے جنوبی کونے میں کھڑے ہوتے۔ بعد از نماز حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں بیٹھے رہتے۔ اور موقعہ بہ موقعہ کچھ فرمایا بھی کرتے؛

حضرت شہید مرحوم کا قد درمیانہ تھا۔ بدن موٹا نہ تھا۔ ریش مبارک بہت گھنی نہ تھی۔ بال اکثر سیاہ تھے۔ اور ٹھوڑی پر کچھ کچھ سفید تھے۔ حالت نہایت گداز تھی۔ باتیں بآواز بلند کرتے۔ اور اکثر حصہ رات جاگتے رہتے۔ اور اپنے ساتھیوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہتے۔ تلاوت قرآن کریم کا عشق تھا ہر وقت حرز جان رکھتے۔ آپ کو تمام علوم مروجہ پر عبور تھا۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو علوم روحانی کا ایک خاص ملکہ اور ذہن رسا عطا فرمایا تھا۔ حق کے مقابلہ میں کسی شخص حتےٰ کہ بادشاہ کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ جب آپ کے مقابلہ میں کوئی عالم کسی مسئلہ میں ملامت ہو جاتا۔ تو اپنا غلبہ ہرگز نہ جتلاتے۔ نیز روایت ہے۔ کہ جب آپ کسی مسئلہ کی تلاش کے لئے کتاب کھولتے۔ تو پہلی ہی دفعہ یا دوسری دفعہ حوالہ مل جاتا۔

یکم جنوری ۱۹۰۳ء مطابق یکم شوال المعظم ۱۳۲۰ھ کو عید الفطر کا دن تھا۔ اور دہلی میں اعلیحضرت ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند کی تاجپوشی کا جشن منایا جارہا تھا۔ اور لارڈ کرزن بطور نمائندہ ملک معظم کرسئ صدارت پر متمکن تھے۔

انہی ایام میں مولوی کرم دین صاحب باشندہ بھین ضلع جہلم اور مولوی فقیر محمد صاحب ایڈیٹر سراج الاخبار جہلم اور شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان اور حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی کے مابین اس کتاب کے بارہ میں تنازعہ پیدا ہؤا۔ جو پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ کی طرف سے سیف چشتیائی کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ اور مقدمہ جہلم میں چل رہا تھا جہلم کے مجسٹریٹ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کو بھی بطور گواہ بغرض شہادت طلب کیا تھا۔ اور حضرت اقدس قادیان
دارالامان سے معہ چند اصحاب ۱۴؍جنوری ۱۹۰۳ء کو روانہ ہوئے۔ اور اپنے ساتھ
کتاب مواہب الرحمٰن بزبانِ عربی بھی لے گئے تھے۔ جو اسی دن شائع ہوئی تھی
اور حضرت شہید مرحوم بھی اس سفر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمرکاب تھے
اور چونکہ خاکسار ان دنوں اسلامیہ ہائی سکول پشاور کی جماعت ہفتم میں تعلیم
حاصل کر رہا تھا۔ اور تعطیلات بڑا دن و عید الفطر گذر چکی تھیں۔ لہذا اول ہفتہ
جنوری میں واپس پشاور آ گیا تھا۔ اور حضرت اقدس کے مشایعت سے
مستفید نہ ہو سکا۔ آخر کار حضرت اقدس جہلم تشریف لائے۔ مقدمہ بحق جماعت
احمدیہ فیصلہ ہوا۔ اور کامیابی سے واپس قادیان تشریف لے گئے۔

اس سفر میں قریباً دس ہزار افراد نے جہلم میں ریلوے سٹیشن
پر حضرت مسیح موعودؑ کا استقبال کیا۔ اور تین دنوں میں ایک ہزار افراد نے
بیعت کی۔ اور یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا نظارہ قائم ہو گیا۔ فرقہ
شر من تحت ادیم السماء نے بھی ناخنوں تک زور لگایا۔ مگر خائب اور
خاسر رہا۔

حضرت شہید مرحوم نے قادیان جا کر وہاں مراجعت وطن کی درخواست کی۔
اور دو چار دنوں کے قیام کے بعد اجازت ملی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے حضرت شہید مرحوم کی نہر بٹالہ تک پا پیادہ مشایعت کی۔ بوقت رخصت
حضرت شہید نے حضرت مسیح موعودؑ سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ اور بے اختیار
پاؤں پر گر پڑے۔ وہاں سے سیدھے بٹالہ۔ امرتسر اور کوہاٹ سے ہوتے ہوئے

ٹل پہونچے۔ اور ٹل سے سیدگاہ علاقہ خوست میں داخل ہوئے۔

فصلِ سوم

حضرت سید عبداللطیف کی مراجعت وطن اور واقعہ شہادت

حضرت شہید مرحوم نے وطن جاکر چند دن قیام کیا۔ اور پھر ایک قاصد کو چند[1] خطوط دربارہ حالات سفر ہند و ملاقات حضرت مسیح موعود اور کچھ تبلیغ لکھکر سردار عبدالقدوس خان شاہ غاسی اور سردار محمد حسین خان کمانڈر انچیف افغانستان کو جو اس وقت شہر کابل کے کوتوال تھے۔ روانہ کابل کئے اور ان سے استدعا تھی۔ کہ وہ مناسب موقع پر امیر حبیب اللہ خان کے یہ سب امور گوش گزار کردیں۔

کسی طرح سردار نصراللہ خان کو اس بات کا علم ہوا۔ اور اس نے ان خطوط میں سے جو سردار محمد حسین خان کے نام تھے حاصل کر لئے۔ اور امیر حبیب اللہ خان کو اپنے ڈھب سے آگاہ کیا۔ اور امیر موصوف سے کہا۔ کہ حضرت شہید مرحوم کو کابل بلوایا جاوے۔ تاکہ علماء کابل کے سامنے تحقیق کی جاوے۔ چنانچہ سردار موصوف کی تحریک سے کابل سے فرمان جاری ہوا۔ اور حاکم خوست نے[*] اور حضرت شہید نے تن تنہا بمعہ ایک آدھ مرید کے سفر کابل کا ارادہ کیا۔ اور گارد کے ساتھ روانہ کابل ہو گئے۔

[1] آپ نے افغانستان جاکر بادشاہ سے لیکر تمام بڑے لوگوں کو تبلیغی خطوط بھیجے ؛

[*] جو بڑا متعصب آدمی تھا۔ ایکو کچھ مدت خوست میں قید کیا اور پھر پہرہ کے ساتھ پہونچا دیا

اور اہل بیت کو صبر و استقامت کی تلقین کر گئے تھے۔

جب کابل پہونچے۔ اور سردار نصراللہ خان کو اطلاع ہوئی۔ تو اس نے حکم دیدیا۔ کہ ارک شاہی کے ساتھ توقیف خانہ میں نظر بند کر دیا جاوے۔ اور ایسا ہی کیا گیا۔ کھانا آپ کو سردار عبدالقدوس خان اور سردار محمد حسین خان کی طرف سے پہونچایا جاتا۔ امیر کابل نے اپنے حضور میں بلوایا۔ نزاکت حالات سے آگاہ کیا۔ اور کہا۔ کہ کیا اچھا ہو۔ کہ آپ مصلحتہً سلسلہ احمدیہ کے ممبر ہونے سے انکار کر دیں۔ اور سر دست اس دارو گیر سے نجات حاصل کریں۔ مگر حضرت شہید مرحوم نے جواب دیا۔ کہ جن امور کو میں از روئے قرآن و حدیث درست اور صحیح تسلیم کر چکا ہوں۔ ان کو کسی طرح غلط اور جھوٹ کہدوں۔ اور جس شخص کی صداقت کو بچشم خود مطالعہ کر چکا ہوں۔ اس کو کس طرح بطالت سے نسبت دوں۔ اس سے تو مرنا اچھا ہے۔ مگر انکار درست نہیں۔ حضرت شہید نے فرمایا۔ کہ بہتر ہوگا۔ کہ آپ علماء کابل کو ایک مقام پر جمع کریں۔ اور میں ان سے تحریری مباحثہ کر لوں۔ آپ ہر دو فریق کے بیانات دیکھ کر فیصلہ کر لیں۔ یہ درخواست منظور کی گئی۔ اور ایک خاص دن پر جامع مسجد واقعہ بازار کتب فروشی شہر کابل کے مدرسہ سلطانیہ کے احاطہ میں علماء سے تحریری مباحثہ قرار پایا۔ اور مباحثہ کے دن لوگ جوق در جوق مسجد مذکور میں جمع ہوئے۔ اور حضرت شہید کو پابجولاں پولیس کی نگرانی میں وہاں پہونچایا گیا۔ آپ کے مقابلہ میں کثرت سے علماء تھے۔ اور ان کے سرگردہ قاضی عبدالرازق خان رئیس مدارس وملائے حضور امیر اور قاضی عبدالرؤف قندھاری تھے۔ مباحثہ تحریری ہوا

اور اس مباحثہ کا سرپنچ اور منصف ڈاکٹر عبدالغنی اہل حدیث باشندہ جلال پور جٹاں ضلع گجرات مقرر ہؤا۔

کابل میں ان دنوں پنجاب کے اہل حدیث میں سے ڈاکٹر عبدالغنی مولوی نجف علی اور مولوی محمد چراغ تینوں بھائی مختلف عہدوں پر سرفراز تھے۔ اور مقربانِ بارگاہِ امیر تھے۔ چونکہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہموطن تھے۔ اس واسطے ان کو خاص بغض تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اول المکفرین والمکذبین یہی گروہ اہل حدیث تھا۔ انہوں نے غلط بیانیوں سے امیر حبیب اللہ خان کے خوب کان بھرے۔

مدرسہ سلطانیہ میں ہزارہا افراد کا ہجوم تھا۔ کئی گھنٹوں تک مسلسل مباحثہ رہا۔ مگر حاضرین کو کوئی علم نہ دیا گیا۔ مباحثہ حیات وفات حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر تھا۔ صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر تھا۔ اور حقیقتِ جہاد پر تھا۔ اختتام مباحثہ پر علماء کابل نے باہم مشورہ کیا۔ کہ ان کاغذاتِ مباحثہ کو مخفی رکھا جائے اور پبلک میں مشہور کر دیا جائے۔ کہ "صاحبزادہ عبداللطیف ملامت شد" یعنی حضرت شہید مرحوم شکست کھا گئے۔ اور امیر کابل کو صرف اس قدر اطلاع دی جائے۔ کہ ہم حضرت شہید کے دلائل کو نادرست اور غلط پاتے ہیں اور اس پر فتوئ کفر دیتے ہیں۔ اگر کاغذاتِ مباحثہ سے پبلک کو اطلاع ہو جائے تو احتمال ہے۔ کہ اور لوگ بھی احمدی ہو جائیں۔

چند سالوں کا عرصہ ہوتا ہے۔ کہ جلال آباد کے ایک علاقہ کا ایک مولوی پشاور آیا۔ اور ڈاکٹر محمد الدین صاحب غیر مبایع کی دوکان پر جہانگیر پورہ

بازار پشاور میں میرے ساتھ اس نے تبادلہ خیالات کیا۔ بدورانِ گفتگو اس نے کہا۔ کہ میں خود اس مباحثہ میں موجود تھا۔ جو حضرت شہید مرحوم اور علماء کابل کے درمیان ہؤا حضرت شہید کے دلائل زیادہ تر قرآن کریم اور سنت اللہ اور مبنی بر دلائل عقلیہ تھے۔ اور علماء کے دلائل تفاسیر اور اقوال سلف سے تھے۔ اس واسطے وہ ان مضامین زیر بحث میں حضرت شہید پر غالب نہ آسکے۔ اور ان کو اس قدر علم بھی نہ تھا جس قدر حضرت شہید مرحوم کو تھا۔ خدا تعالےٰ شاہد ہے۔ کہ اس کے کلام کا یہی مطلب اور مفہوم تھا۔ یہ اس کے الفاظ نہیں۔ بلکہ اس کے کلام کے خلاصہ ان الفاظ میں ہے۔

اس بات کی تصدیق ہمارے محترم دوست خان بہادر رسالدار مغلباز خان صاحب رئیس بغدادہ علاقہ یوسف زئی نے بھی کی۔ جو اس وقت مدرسہ سلطانیہ میں ملباس طالب العلم موجود تھے۔ وہ بھی حضرت شہید کے تبحر علمی کے قائل ہیں اور وہ فرماتے ہیں۔ کہ قاضی عبدالرازق بھی اقرار کرتے تھے۔ کہ ہم کو حضرت شہید کی طرح قرآن کریم پر عبور نہ تھا۔ اور نہ مباحثات کا تجربہ تھا۔

الغرض حضرت شہید کو ایک جلوس کی صورت میں مسجد بازار کتب فروشی سے روانہ کیا۔ اور پا پیادہ چوک پل خشتی سے ہو کر اور بازار ارک شاہی میں سے گذر کر دروازہ نقار خانہ پر جا پہونچے۔ جو ارک شاہی کے ساتھ ہے۔ اور شاہی قلعہ میں داخل ہو کر امیر حبیب اللہ خان کے حضور پیش ہوئے۔ علماء اور عوام کا جم غفیر بھی ساتھ تھا۔ اور سردار نصر اللہ خان بھی خود اس وقت موجود تھے

سردار نصراللہ خان نے دریافت کیا۔ کہ کیا فیصلہ ہؤا۔ علماء اور عوام الناس نے شور مچایا۔ کہ صاحبزادہ ملامت شد۔ بادشاہ نے بار بار حضرت شہید سے کہا۔ کہ مولویوں کا فتویٰ تو کافر ہونے کا ہے۔ اور رجم کرنے کا ہے۔ اگر آپ کوئی صورت توبہ کی پیدا کر لیں۔ تو اس فتوے اور گرفت سے نجات ہو سکے سردار نصراللہ خان نے اپنے قلبی بغض اور عناد کے سبب سے علماء کا نوشتہ فتوئی کفر و رجم لے کر پڑھ سنایا۔ اور خود ہی پبلک کو مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ آپ اطمینان رکھیں۔ امیر صاحب آپ کی مرضی کے خلاف نہ کرینگے۔ اور ضرور علما کے فتوے پر عمل کرینگے۔ وہ اپنے عمل اسلام میں آپ سے کم نہیں ہیں اور آپ کے فتوے کی تصدیق اور تائید کرینگے۔ مگر وہ چاہتے ہیں۔ کہ بطور اتمام حجت صاحبزادہ عبداللطیف کو کسی قدر مہلت دے کر توبہ کا موقع دیں۔ اس موقع پر ڈاکٹر عبدالغنی اور اس کے بھائیوں نے دل کھول کر احمدیت کی مخالفت کی۔ اور جلتی آگ پر تیل ڈالا۔

اس موقعہ کے بارہ میں مرزا شیر احمد خان مؤلف نجم السعادت لکھتا ہے:۔

روایتے زکتب یافتہ پس از تحقیق کہ اوست کافرو در کفر زتبہ اش زندیق

نوشتہ مسئلہ بے اختلاف را باہم زدند مہر بہر ذند پیش شاہ امم

چوں آں مخرب ملت زتو بہ عاری بود دراں نوشتہ باو حکم سنگساری بود

یعنی مولویوں کو بڑی تحقیق کے بعد کتابوں میں ایک روایت مل گئی۔ کہ ایسا شخص کافر و زندیق ہے۔ اور چونکہ یہ قوم کا تباہ کنندہ توبہ کرنیوالا نہ تھا۔ اس واسطے اسی نوشتہ کی رُو سے اس کے واسطے سنگسار کرنے کا حکم موجود تھا۔

جیسا کہ معلوم ہے۔ سرزمینِ افغانستان میں ہمیشہ علماء کے سامنے امرائے کابل بے دست و پا ہوتے ہیں۔ خود امیر عبد الرحمن اپنی سوانح حیات میں لکھتا ہے۔ کہ جب میں نے حکومتِ کابل کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ تو طرفدارانِ امیر ایوب خان نے علماء سے فتوے حاصل کیا۔ کہ امیر عبد الرحمن خان کافر ہے۔ اور اس کے ایک فوجی کا قتل دس گوروں کے قتل کا ثواب رکھتا ہے۔ امیر حبیب اللہ خان جب ۱۹۰۷ء میں سیر ہند پر آیا۔ تو اس کی واپسی پر سمت مشرقی کے علمائے نے فتویٰ دیدیا تھا۔ کہ امیر کابل کافر اور عیسائی اور مرتد ہوچکا ہے۔ اور امیر امان اللہ خان کو بھی سیر یورپ کے بعد کافر اور عیسائی اور مرتد قرار دیا۔ اور یہی امر اس کے خروج از کابل کا سبب ہؤا۔

امیر حبیب اللہ خان تازہ تخت کابل پر متمکن ہؤا تھا۔ گھر میں بھی مخالفت موجود تھی۔ اور خود سردار نصر اللہ خان بھی اپنے امیر ہونے کے فکر میں تھا۔ اور امیر حبیب اللہ خان کو کسی نہ کسی طرح زک دینا چاہتا تھا۔ امیر موصوف ایک کمزور طبع

انسان تھا۔ اور اس میں قوت مقابلہ کمزور تھی۔ اس وقت سردار نصر اللہ خان جو نائب السلطنت تھا۔ مولویوں کا طرفدار تھا۔ اور حضرت عبد اللطیف سے بھی دیرینہ نقار رکھتا۔ امیر کابل نے اس وقت علماء اور پبلک کو رخصت کر دیا۔ اور حضرت عبد اللطیف کو توقیف خانہ[1] میں بھیجدیا۔ جو ارک میں ہی تھا۔ بعدہٗ بار بار طلب کیا۔ اور کہا کہ صاحبزادہ صاحب آپ کسی طرح اس موقع کو ٹال دیں۔ اور اپنی جان اور عیال پر رحم کریں۔ مگر حضرت عبد اللطیف نے بار بار یہی جواب دیا۔ کہ ایک بات جو صحیح اور حق ہے۔ کس طرح ان مولویوں کے کہنے اور موت کے ڈر سے چھوڑ دوں۔ اور اپنی عاقبت کو خراب کر دوں۔ اور خدا تعالےٰ کو ناراض کروں۔ میں نے تیرہ سو سال کے انتظار کے بعد اس شخص کو پایا۔ اور قرآن و احادیث کی تائید اور تصدیق سے قبول کیا۔ میں اس کو صادق اور راستباز مان چکا ہوں۔ اور اب اس کی تکذیب کر دوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اور نہ میرا ضمیر اجازت دیتی ہے۔ اگرچہ امیر صاحب نے بار بار کہا۔ مگر وہ کوہ وقار اولو العزم

---

[1] :- آپ کو ارگ کے قید خانہ میں بھیجدیا گیا اور آپ کو اکیلے کمرہ میں رکھکر آپ پر باہر سے سارے دروازے بند کر دیئے گئے۔ اور کسی کو آپ سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ جو سپاہی آپ پر متعین کئے گئے تھے۔ ان کا بیان تھا۔ کہ ہمیں دن رات آپ کی قرآن شریف کی تلاوت کی آواز آتی رہتی اور ہم حیران تھے۔ کہ آپ باوجود ان روکوں اور تکالیف کے حاجات بشری کو کس طرح پورا کرتے ہیں۔ اور کس چیز پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ تمام سپاہی آپ کی بزرگی اور تعلق باللہ کے قائل ہیں۔ اور ان کے دلوں پر آپ کی محبت کا گہرا اثر ہے ؛ سیّد احمد ابو الحسن

انسان ایک انچ اپنے مقام صداقت سے پیچھے نہ ہٹا۔

لاچار امیر حبیب اللہ خان نے فتویٰ کفر پر دستخط کر دیئے۔ مگر آہ بادشاہ اسلام کہلا کر اس قدر نہ کیا۔ کہ کاغذات مباحثہ طلب کرتا۔ اور خود فریقین کے دلائل مطالعہ کرتا۔ تاکہ اس پر حقیقت کھل جاتی۔ علماء اور سردار نصر اللہ خان سے دب گیا۔ عدل و انصاف سب کچھ بھول گیا۔

آہ امیر حبیب اللہ خان نے حضرت شہید کی موت پر نہیں۔ بلکہ اپنی اور اپنے بھائی سردار نصر اللہ خان اور کئی اور دل کی موت کے کاغذ پر دستخط کر چکا۔ نہیں بلکہ نسل امیر محمد افضل خان کی تباہی پر دستخط کر چکا۔ وجف القلم بما قضی۔ یعنی جو ہونا تھا اس پر قلم نے دستخط کر دیئے۔ اور خشک ہو گئی۔

مسٹر انگس ہملٹن اپنی کتاب افغانستان صفحہ ۳۶۷ پر لکھتا ہے۔ کہ افغانستان کو ایسے بادشاہ کی ضرورت ہے۔ جو مضبوط ہاتھ سے حکومت کر سکے۔ وہ نہ صرف حکمران ہو۔ بلکہ ان کو انسان بنانے والا ہو۔ امیر حبیب اللہ خان کمزور مزاج انسان ہے۔ ایسا ملک جہاں ملاؤں کا فتویٰ قانون ملک ہو۔ امیر حبیب اللہ کا ان کے آگے سر تسلیم خم کرنا اور اپنے بھائی نصر اللہ خان کے زیر اثر ہے اس بات نے عامۃ الناس کی توجہ کو جذب کیا ہوا ہے۔"

جب اس کمزوری طبع نے اس سے فتویٰ تکفیر و رجم پر دستخط کرا دیئے تو سردار نصر اللہ خان نے علماء کو اطلاع دیدی۔ اور انہوں نے ارگ شاہی کے آگے جمع ہونا شروع کر دیا۔ اور حضرت عبد اللطیف کو پابہ جولاں بھاری

زنجیروں میں جکڑا ہوا گلے میں فتوئے کفر و رجم لٹکایا ہوا وزارت حربیہ کے سامنے گذار کر اور اسی سڑک پر جلوس روانہ ہوا۔ جو ارک سے بجانب بالاحصار واقع کوہ آساماہی کی طرف جاتی ہے۔ اور اس موقع کے بارہ میں میرزا شیر احمد لکھتا ہے۔ کہ ؎

چو ساختند بروں ش ز بارگاہِ امیر بشد ہجوم خلائق شد از صغیر و کبیر

یعنی جب اس کو دربار امیر سے باہر نکالا گیا۔ تو مخلوقات خورد و کلاں نے اس کے گرد ہجوم کیا۔

کوہ آساماہی کے دامن میں شہر کابل واقع ہے۔ اس کی شہیر دروازہ کے باہر جس کا رُخ پشاور کی طرف ہے۔ آدھ میل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف ایک ٹیلہ پر بالاحصار واقع ہے۔ یہ ایک قلعہ ہے۔ جہاں امیر شیر علی خان رہا کرتا تھا۔ اور اس کے بعد وہاں سر لوئس کیوگنری انگریزی سفیر رہتا تھا۔ جو افغانوں نے قتل کر دیا تھا۔ انگریزی فوج نے اس قلعہ کی دیواروں کو خراب کر دیا تھا۔ اس کے بعد اب تک یہ قلعہ بطور میگزین استعمال ہوتا تھا۔ مگر اعلیحضرت محمد نادر شاہ نے اس کو دوبارہ مرمت کیا۔ اور اس کے دامن میں بجانب شمال اونچی سطح پر باغ عمومی یا پبلک گارڈن بنا دیا۔ جو بہت خوبصورت ہے۔ اور اس کے پاس مدرسہ حربیہ تعمیر کیا۔ اسی ٹیلہ کے جنوب کی طرف وہ مشہور اور پرانا قبرستان جس کے اندر کابل کے امراء اور رؤساء کی قبریں ہیں۔ اور اسی جگہ ایک مقام پر حضرت شہید کے رجم کئے جانے کے لئے ایک گڑھا بقدر ۲½ فٹ کھودا گیا جس میں حضرت شہید

مرحوم کو کھڑا کرکے آدھا جسم گاڑ گیا۔

اس مجمع با جلوس میں بمقام مقتل سردار نصر اللہ خان نائب السلطنت اور سردار عبد الاحد خان تو ماندان پولیس اور قاضی عبد الرازق ملائے حضور امیر اور قاضی عبد الرؤف قندھاری اور دوسرے ہزارہا لوگ جمع تھے۔ کہتے ہیں۔ سب سے پہلے پتھر حضرت شہید مرحوم پر سردار نصر اللہ خان نے پھینکا۔ مگر میرزا شبیر احمد مؤلف نجم السعادت لکھتا ہے۔

کسے کو سنگ نخستین بزد بر اں مردود | چنیں شدست معیّن کہ عبد الرازق بود
بمردمانِ دگر گفت از رہِ غیرت | کہ ہر کہ سنگ زند جائے اوست در جنت
زہر طرف بہ نمودند سنگ بارانش | بداں عذاب بر آمد ز کالبد جانش
ہلاک گشت باغوائے بدگمانی خویش | نیافت جاں ز مسیحائے قادیانی خویش

یعنی جس نے پہلا پتھر چلایا۔ وہ شخص قاضی عبد الرازق تھا۔ اور اس نے جوش میں آکر کہا۔ کہ جو اس پر پتھر پھینکے گا۔ وہ جنت میں مقام پا وے گا۔ ہر طرف سے اس پر پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ اور اس تکلیف سے اس نے جان دیدی۔ اپنے بُرے خیالات نے اس کو ہلاک کردیا۔ اور اس کو اس کا مسیح قادیانی زندہ نہ کرسکا۔

الغرض گاڑے جانے کے بعد جب لوگوں نے حضرت شہید کے گرد حلقہ بنایا۔ تو آپ نے بلند آواز سے کلمۂ شہادت اس طرح ادا کیا۔

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ

جب پہلا پتھر پیشانی پر لگا۔ تو آپ نے سر مبارک کو قبلہ رُخ جھکا دیا۔ اور

آیت انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلمًا والحقنی بالصالحین پڑھی۔
یعنی اے پروردگار تو ہی دنیا و آخرت میں میرا ولی ہے۔ اور تو مجھے مسلمانوں کی
موت دے۔ اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر دے۔ چند منٹوں میں ہی آپ
پر تودہ سنگ کھڑا ہو گیا۔ اور آپ کا جسد اطہر نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔
اور رُوح مبارک جسد عنصری کی قید سے آزاد ہو کر مرفوع الی اللہ ہوئی۔ انا
للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ یوم شہادت ۱۷ شہر ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء
اور عصر کا وقت تھا۔ چونکہ آپ پر پتھروں سے بارش کی گئی جس طرح حضرت
امام حسین پر تیروں سے۔ اس واسطے آپ کا سنہ شہادت بھی حسین افغانیان (۱۳۲۱ھ) انا
اور فخر امت (۱۳۲۱ھ) سے نکلتی ہے۔ ؎

فخر امت شد خطابش زانکہ با صدق وصفا
سر فدائے حق نمود و شد بجنت جاگزین

خدا تعالے نے جن دو بکروں کی شہادت کی خبر وحی شاتان تذبحان
میں دی تھی۔ وہ دوسرا شات بھی مظلوم مارا گیا۔ اور خدا تعالیٰ کی بات
پوری ہوئی۔ جس طرح شات ایک بے آزار جانور ہے۔ اسی طرح یہ دونوں شہدا
داعی امن و صلح اور بے آزار انسان تھے۔ اور محض بجرم احمدیت معصوم
اور مظلوم مارے گئے۔ ان کی خبر وفات خدا تعالے نے حضرت مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان الفاظ میں دی قتل خیبۃ وزید ھیبۃ۔
(البشریٰ جلد دوم ص۸۲) یعنی وہ مظلوم ایسے حالات میں مارا گیا کہ لوگوں نے اسکی

باتوں پر کان تک نہ دھرا۔ پس اس کی وفات کے سبب سے کابل پر ہیبت طاری ہوئی یعنی سخت خطرناک طور پر شہر میں ہیضہ پھوٹ پڑا۔

فصل چہارم

کلام منظوم در شان حضرت شہید مرحوم

اے دریغا بار دیگر کربلا آمد پدید — کربلا شد ملک کابل شاہِ کابل شد یزید

شد حسین عبد اللطیف و آل او آلِ عبا — وطن شد اہل بیت ہر دو از جور شدید

ظلم شام ار سخت بد این ظلمِ کابل سخت تر — شد فراموش آں شنید آنرا کہ این ظلمے بدید

آں حسین شد قتل بر نا کردن بیعت اگر — این حسین شد بر وفات حضرت عیسےٰ شہید

گر ز ہر زخم وجود آں حسین خون شد رواں — این حسین را قطرہ قطرۂ خوں ز ہر زخمش چکید

سیدِ مرحوم را گر فتن خنجر پارہ کرد — سید مظلوم را صد سنگِ خارا تن درید

سیدِ معصوم را گر نیزہ آمد بر وجود — سیدِ مظلوم را سنگریزہا بر تن رسید

سید معصوم بد گر در زمان خود امام — سیدِ مظلوم بد در عصر خود مردِ فرید

یکطرف بیں صبر و استقلال مردانِ خدا — جانبِ دیگر نظلم جبر از قوم پلید

شامتِ اعمال شاں باید بپایے آورد — جنگ و طاعون و وبا با نعرۂ ھل من مزید

گر حواری مسیح شد رجم در انطاکیہ — رجم در کابل نمودند این مسیحا را مرید

این شہادت میشود مکشوف میخواہی اگر — سورۂ یٰسین بخواں محزون بفرقان مجید

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس واقعہ پر ایک کتاب اردو زبان میں لکھی۔ جس کا نام تذکرۃ الشہادتین ہے۔ اور مولوی محمد احسن صاحب امروہوی نے سورۃ یٰسین رکوع دوم میں واضرب لھم مثلاً اصحاب القریۃ اذجاءھم مرسلون الخ میں سے واقعۂ شہادت کی پیشگوئی نکالی۔ اور اس رسالہ کا نام "سر الشہادتین" رکھا۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری احمدی نے تذکرۃ الشہادتین کا فارسی ترجمہ کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واقعہ شہادت کا تذکرہ فارسی نظم میں اس طرح کیا۔

آں جواں مرد و حبیب کردگار — جوہر خود کرد آخر آشکار

نقد جاں از بہر جاناں باختہ — دل ازیں فانی سرا انداختہ

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم — کیں بیاباں کرد طے دریک قدم

ایں چنیں باید خدارا بندۂ — سر پئے دلدار خود افگندۂ

او پئے دلدار از خود مردہ بود — از پئے تریاق زہرے خوردہ بود

تانہ نوشد زہر ایں جامے کسے — کے رہائی یابد از مرگ آں خسے

زیر ایں موت است پنہاں صد حیات — زندگی خواہی بخور جام حیات

بیں کہ ایں عبد اللطیف پاک فرد — چوں پئے حق خویشتن برباد کرد

جاں بصدق آں دلستاں را دادہ است — تاکنوں در سنگ ہا افتادہ است

ایں بود رسم و رہِ صدق و صفا — ایں بود مرداں حق را انتہا

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسملؒ نے فارسی ترجمہ کے آغاز میں ایک فارسی نظم لکھی جس میں اس واقعہ کی طرف اس طرح اشارہ کیا۔

اینکہ آں عبد اللطیف پاک زاد کز پے جانانہ جانِ خود بداد
جاں فدا کرد و حیاتِ تازہ یافت شد مجرد رُوح در جنت شتافت
بہر دیں در زیر آں رجمِ شدید ہمچو حواری عیسےٰ شد شہید
بود مردے فارغ از کبر و ریا ہمچو اصحابِ رسولِ باصفا
زاہد و شب زندہ دار و متقی در رہِ مولےٰ گرامی مہتدی
نونہال گلشنِ فضل و کمال آرمیدہ در نہایات الوصال
حق پژوہ حق پرست و حق نیوش ہمچو مرداں در رہِ حق جاں فروش
واعظ و ملا و صوفی و فقیہ لیک خونش ریخت یک قوم سفیہ
حیف مردم قدرِ او نشناختند سنگ بر وے بے دریغ انداختند
ایکہ پراندی بعجلت سنگ کیں سوئے آں مردے کہ بودہ پاکِ دیں
گرچہ خستی جسمِ آں صاحب نظر قدر او از سنگ نہ شکستی مگر
رتبہ اش در پیش ایزد شد بلند زانکہ بہر حق رسیدش بس گزند
خواندہ در قرآں توفی آں سعید بر وفات ابن مریم شد شہید
ہمچو تو او بندۂ عیسےٰ نبود احمدیؐ بود چو تو ترسا نبود

آنکہ داری از رہِ بغض و عناد
بر حیاتِ ابن مریم اعتقاد

تا بکے را غوائے شیطانِ خبیث چشم مے پوشی ز آیات و حدیث

خونِ ناحق را چہ میگوئی جواب　　چوں شود پرسش ز تو یوم الحساب

فصلِ پنجم

حضرت سیّد عبد اللطیف شہید کی شہادت کے بعد واقعات کا ظہور

مسٹر انگس ہملٹن اپنی کتاب افغانستان کے صفحہ ۲۶۵ میں لکھتا ہے۔ کہ "سنہ ۱۹۰۳ء میں افغانستان کے شہر کابل اور شمال و مشرقی صوبہ جات میں زور و شور سے ہیضہ پھوٹ پڑا۔ جو اپنی شدت کے سبب سے ۱۸۷۹ء کے وباء ہیضہ سے بدتر تھا۔ سردار نصر اللہ خان کی بیوی اور ایک بیٹا اور خاندانِ شاہی کے کئی افراد اور ہزارہا باشندگانِ کابل اس وباء کے ذریعہ طعمہ اجل ہوئے۔ اور شہر میں افراتفری پڑ گئی۔ کہ ہر شخص کو اپنی جان کا فکر لاحق ہو گیا۔ اور دوسرے کے حالات سے بے فکر اور بے خبر ہو گیا۔"

اس موقعہ پر سیّد احمد نور صاحب[ع۱] مہاجر خوست جو حضرت شہید مرحوم کے شاگرد تھے۔ کابل پہونچے۔ اور وہاں کے احمدیوں کی امداد سے مقتل میں رات کی تاریکی میں پہونچے۔ اور حضرت شہید کے جسدِ اطہر کو پتھروں کے تودہ سے نکالا۔ اور ایک تابوت میں جو اسی غرض کے لئے بنایا گیا تھا۔ بند کر کے قریب کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ حضرت شہید کا جسدِ اطہر چالیس دن تک پتھروں کے اندر رہا۔ چند دن ٹھہر کر[ع۲] اس تابوت کو وہاں سے نکالا۔ اور خچر پہ باندھ کر اطمینانِ قلب سے اپنے وطن خوست بمقام سیّد گاہ لے آئے۔ اور ایک پرانے

ع۱ سید احمد نور صاحب اور ملا میرو صاحب جو حضرت شہید مرحوم کے شاگرد تھے۔ کابل پہنچے ایک اور ادمی اور احمد شاہ خان نامی کی معیت میں حضرت شہید کے جسد اطہر کو نکال لیا

ع۲ اور پھر چند دن ٹھہر کر ملا میرو صاحب نے تابوت وہاں سے منگوا لیا۔

قبرستان میں ایک نمایاں مقام پر دفن کر دیا۔

محمد عجب خان صاحب احمدی ساکن زیدہ ضلع پشاور جن کو حضرت شہید سے بمقام جہلم ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اور ان دنوں میرام شاہ وزیرستان میں نائب تحصیلدار تھے۔ جس وقت اس بات کا ان کو علم ہوا۔ تو انہوں نے اپنے خرچ سے ان کے روضہ کو پختہ اور خوبصورت بنوا دیا۔ رفتہ رفتہ ملک خوست میں یہ خبر پھیل گئی۔ اور ان کے کثیر التعداد معتقد ان کے روضہ پر بغرض زیارت آنے لگے۔ اور وہ مقام مرجع خلائق بننے لگا۔ اور زیارت گاہ خاص و عام ہو گیا۔

اس وقت کے حاکم خوست نے اس بات سے سردار نصر اللہ خان کو اطلاع دی۔ جونہی اس کو علم ہوا۔ تو اس کا جوش آتش بغض سے بھڑک اٹھا۔ اور اس نے شاہ غاصی محمد اکبر خان حاکم اعلےٰ خوست سمت جنوبی کو حکم بھیجا۔ کہ فوراً فوج کا ایک دستہ لے کر حضرت شہید کے روضہ پر پہونچو۔ اور راتوں رات وہاں سے تابوت حضرت شہید مرحوم نکال کر کسی غیر معروف مقام میں گمنام و نشان کر دو۔

آغاز ۱۹۱۰ء میں شاہ غاصی مذکور نے تعمیل فرمان نائب السلطنت حضرت شہید کے تابوت کو رات کے اندھیرے اور فوج کی حفاظت میں نکال کر کسی غیر معروف مقام میں دفن کر دیا۔ یہ زیارت بمقام سید گاہ ستمبر ۱۹۰۳ء لغایت جنوری ۱۹۱۰ء تک قائم رہی بمصلحت خداوندی نے حضرت عیسےٰؑ اور حضرت علیؓ کی طرح ان کی قبر کو معدوم کر دیا۔ تاکہ کسی وقت شرک کا مقام نہ بن جائے سردار نصر اللہ خان کا یہ آخری انتقام تھا۔ جو اس نے حضرت شہید مرحوم کی نعش مبارک سے لیا۔

سردار نصر اللہ خان نے واقعہ شہادت کے معاً بعد حضرت شہید کی جائداد واملاک کو بحق حکومت ضبط کر لیا۔ اور ان کے اہل بیت کے عورتوں اور بچوں کو سیدگاہ سے کابل کی طرف جلا وطن کیا گیا۔ اور وہاں سے مزار شریف ترکستان کو بھیجدیا جولائی ۱۹۰۳ء لغایت ۱۹۱۱ء وہاں رہے۔ اور معمولی گذارہ کے واسطے کچھ زمین زرعی دی گئی۔ اس کے بعد کابل ان کو آنے کی اجازت دی گئی۔ وہاں وہ ۱۹۱۱ء لغایت ۱۹۲۰ء تک نہایت تکلیف سے رہے۔ رہنے کو ایک معمولی سا مکان شہر میں متصل چہار د معصوم شور بازار میں کرایہ پر لے رکھا تھا۔ اور گذارہ کے واسطے معمولی رقم اور غلہ مقرر تھا۔ جو ایک زمین سے حاصل ہوتی جو ان کو سرکاری دی گئی تھی۔

ترکستان سے امیر حبیب اللہ خان کے حکم سے واپس ہو کر کچھ عرصہ خوست میں رہے۔ مگر بہت جلدی سردار نصر اللہ خان نے ان کو واپس کابل بلایا تھا اور اس طرح وطن میں رہنا نصیب نہ ہوا۔ کابل میں زیر حراست یا نظر بند رہتے تھے یعنی ان کو کہیں کابل سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ اور روزمرہ کوتوالی شہر میں حاضری دی جاتی :-

حضرت نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانۂ خلافت میں ضلع گجرات کا ایک باشندہ فضل کریم نامی مجذوب الاحوال قادیان سے پشاور آیا اور کچھ دن یہاں ہمارے پاس انجمن احمدیہ میں مقیم رہا۔ انہی ایام میں برادر عزیز صاحبزادہ محمد عمر جان جو ایک خوبصورت اور نوجوان تھا۔ اور عمر اس کی قریباً بیس سالہ ہو گی۔ پشاور آیا۔ اور ہمارے پاس بطور مہمان مقیم رہا۔ کچھ دن کے

واسطے سرائے نورنگ ضلع بنوں کو گیا جہاں ان کی زرعی جائداد علاقہ انگریزی میں واقع ہے۔ وہاں سے حاصلات زراعت وصول کرکے واپس پشاور آئے۔

اتنے میں کابل سے ایک احمدی دوست حضرت شہید مرحوم کی زوجہ محترمہ کا پیغام لایا۔ کہ عزیز محمد عمر جان کو واپس کابل روانہ کر دیا جائے۔ ورنہ ہم کو بڑی مصائب کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اگرچہ برادر موصوف واپس جانے کا خیال نہ رکھتا تھا۔ مگر محض والدہ صاحبہ کے تعمیل ارشاد کی غرض سے کابل چلا گیا۔

فضل کریم مجذوب بھی ایک دن بلا حصول اجازت مکان انجمن سے نکلکر کوہاٹ اور کرم کی راہ سے درۂ پیواڑ کو عبور کرکے براہ جاجی کابل میں جا پہونچا۔ اور سردار نصر اللہ خان کو درخواست دی۔ کہ میں احمدی ہوں۔ اور کابل بغرض تبلیغ آیا ہوں۔ سردار موصوف نے اس کو گرفتار کروا دیا۔ حاکم شہر نے دریافت کیا۔ کہ تم کسی احمدی سے یہاں واقف ہو۔ اس نے کہا۔ کہ ہاں میں حضرت شہید کے بڑے فرزند کو جانتا ہوں۔ اور چند اور احمدیوں کا نام لیا۔ اور اس طرح سے وہ تمام احمدی لمبعہ اولاد حضرت شہید مرحوم دوبارہ گرفتار ہوئے۔

حضرت سیّد عبد اللطیف شہید کے اولاد نرینہ اس وقت حضرت صاحبزادہ محمد سعید جان اور صاحبزادہ عبد السلام جان صاحب صاحبزادہ محمد عمر جان صاحب صاحبزادہ احمد ابو الحسن صاحب اور صاحبزادہ محمد طیب جان صاحب تھے۔ یہ سب گرفتار ہو کر شیر پور کے جیل خانہ میں مقید کر دیئے گئے۔ اور ان کے پاؤں میں موٹی موٹی بیڑیاں ڈالی گئیں۔ اور آٹھ نو ماہ تک جیلخانہ کی سخت تکالیف میں مبتلا رہے۔ اس جیل میں حضرت صاحبزادہ محمد سعید جان اور صاحبزادہ محمد عمر جان جیل قیوب

یا تپ زندان میں گرفتار ہوئے۔ اور ایک سال کی تکلیف کے بعد ہر دو فوت ہو گئے۔ حضرت صاحبزادہ محمد سعید جان کا ایک نرینہ فرزند باقی ہے جس کا نام صاحبزادہ محمد ہاشم جان ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کچھ عرصہ کے بعد جب امیر حبیب اللہ خان کابل سے جلال آباد ایام گرما بسر کرنے کے لئے چلے گئے۔ اور ان دنوں سردار امان اللہ خان جو بعد میں امیر امان اللہ خان بادشاہ کابل ہوئے۔ شہر کابل میں عین الدولہ کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ ان مظلوموں کی تحقیقات کی۔ تو فضل کریم کے سامنے حضرت شہید مرحوم کا بڑا لڑکا صاحبزادہ محمد سعید جان پیش کیا گیا۔ جس کو اس نے شناخت نہ کیا۔ کیونکہ اس کا بیان تھا کہ وہ بڑے لڑکے کو جانتا تھا۔ مگر دراصل اس نے پشاور میں بڑے لڑکے کو نہیں بلکہ تیسرے فرزند صاحبزادہ محمد عمر جان کو دیکھا تھا۔ اور وہ بڑا نہ تھا۔ جو پولیس پیش کرتی۔ اس طرح اس کے بیان میں غلطی پائی گئی۔ اور پولیس نے کوتوالی میں بڑے لڑکے کی روزانہ حاضری کی تصدیق کی۔ نیز سردار موصوف نے ان کو بیگناہ پا کر سب کو جیل خانہ سے رخصت کر کے آزاد کر دیا۔ فضل کریم کو تو ہندوستان کی سرحد پر پہونچا کر چھوڑ دیا۔ اور خاندان حضرت شہید اور دوسرے احمدیوں کو بھی رہا کر دیا۔ ان ایام میں بطور رشوت ان مظلوموں کا بڑا روپیہ خرچ ہوا۔

حضرت صاحبزادہ محمد سعید جان اور عزیز صاحبزادہ محمد عمر جان دونوں نوجوان احمدیوں کی موت بھی شہادت کی موت واقع ہوئی۔ اور ان کے خونِ ناحق کا بار خاندانِ امیر عبد الرحمٰن خان کے نامۂ اعمال میں جمع ہوا۔ اور اس کے لئے خدا تعالےٰ کے حضور جواب دہ ٹھہرے۔

فصل ششم

میرزا شیر احمد خان مصنف نجم السعادت کی غلط بیانیوں کا جواب

میرزا شیر احمد خان باشندہ جلال آباد جس نے نجم السعادت نامی کتاب امراء کابل کی مدح خوانی میں منظوم کی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ملا نجم الدین صاحب ہڈہ کا مرید ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کتاب کے صفحات ۴۷ و ۴۸ پر حضرت عبد اللطیف شہید کے شہادت کے واقعہ کو بھی اپنے رنگ میں لکھا ہے۔ اور چونکہ وہ ایک مخالف فریق کا ممبر ہے۔ اس واسطے اس نے اسی رنگ میں لکھا تھا۔ اور ان کی شہادت کو اپنے پیر و مرشد صاحب کی کرامت اور کامیابی تصور کیا ہے۔ اس کی تحریر چونکہ سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے۔ اس واسطے وہ باتیں بے بنیاد اور غلط ہیں ہم ان کی تصحیح یا تردید کر دیتے ہیں۔

۱۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ حضرت عبد اللطیف نے جناب ملا صاحب ہڈہ کو بدوران قیام کابل ۱۹۰۰ء میں امیر عبد الرحمن خان کا باغی اور کافر ٹھہرایا تھا۔ اور امیر حبیب اللہ خان کو اس کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ حالانکہ ۱۸۹۵ء کے بعد حضرت عبد اللطیف کو جناب ملا صاحب مالکی سے کوئی تعلق نہ رہا تھا۔ اور نہ جناب ملا نجم الدین صاحب سے کوئی تنازعہ باقی تھا۔ اور نہ جماعت سے اختلافات خیالات پر کسی کے قتل و رجم کو جائز اور درست جانتی ہے۔ بس محض افترا اور بہتان ہے۔ جو بعد از مرگ حضرت شہید پر لگایا گیا ہے۔ اور ان کی شہادت کے

واسطے وجہ ٹھہرائی ہے۔

۲- وہ لکھتا ہے۔ کہ حضرت شہید نے کہا تھا۔ کہ میرا پیر حضرت عیسےٰ ہے۔ اور جالندھر میں رہتا ہے۔ یہ تو درست ہے۔ کہ حضرت احمد قادیانی کو آنیوالے عیسےٰ موعود ہونے کا دعوے ہے۔ مگر یہ امر تو بالبداہت غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ کہ وہ جالندھر میں سکونت رکھتے تھے۔ دنیا جانتی ہے۔ کہ موضع قادیان ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔

۳- وہ لکھتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا اصلی نام غلام قادر ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ کا خاندانی نام غلام احمد اور الہامی اور اصلی نام احمدؐ تھا۔ نہ کہ غلام قادر۔

۴- وہ کہتا ہے۔ کہ شہید مرحوم نے فرمایا تھا۔ کہ میرا مرشد مسیح موعودؑ ہے اور میں امام مہدی ہوں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں۔ کہ حضرت احمد قادیانی کا دعوے مسیح موعود اور امام معہود ہونے کا تھا۔ چنانچہ کشتی نوح ص۱۷ طبع اوّل پر فرماتے ہیں کہ:- جو شخص مجھے فی الحقیقت مسیح موعود اور امام مہدی معہود نہیں جانتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ پس کیونکر حضرت شہید اس کے خلاف کہہ سکتے تھے۔ نیز وہ جانتے تھے۔ کہ حدیث نبوی میں بھی لا مھدی الا عیسیٰ[1] (ابن ماجہ) واضح موجود ہے۔

۵- وہ کہتا ہے۔ کہ حضرت شہید مرحوم قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو نہ مانتے تھے۔ حالانکہ کشتی نوح میں حضرت مسیح موعود نے ہر احمدی پر اتباع قرآن کریم وسنت اور حدیث لازمی قرار دی ہے۔ اور جو شخص قرآن کی ایک آیت سے یا

[1] ترجمہ حضرت عیسےٰ موعود ہی امام مہدی معہود ہے۔ نہ کوئی اور۔ منہ

احادیث نبوی سے بکلی انکار کرے۔ وہ جماعت میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔

۶- وہ لکھتا ہے۔ کہ حضرت شہید نے کہا تھا۔ کہ میرے قتل کے وقت میرا پیر حاضر ہوگا۔ حالانکہ جماعت احمدیہ سوائے خدا تعالےٰ کی ذات اقدس کے کسی مخلوق کو حاضر و ناظر یقین نہیں کرتی۔ خواہ کوئی ہو۔ اور عالم الغیب والشہادۃ صرف پروردگار عالم ہی ہو سکتا ہے۔ اور ہے اور بس۔

ہم کہتے ہیں۔ کہ ہمارے مخالف ہمارا مقابلہ حق اور صداقت کو ہاتھ میں لے کر ہرگز نہیں کر سکتے۔ ان کا جس قدر مقابلہ ہے اسی طرح سے کذب و بہتان و افترا اور تحریف فی الکلام پر مبنی ہے۔ ذالک مبلغهم من العلم اور خود ساختہ کلمات اور مطالب اپنے سامنے رکھکر فتاوٰی کفر و تکفیر دیا کرتے ہیں۔ اور وہ خدا تعالےٰ کے اخذ شدید اور عذاب الیم سے نڈر ہیں۔ اور موت اور بعد محشر کی باز پرس سے لاپروا ہیں۔ ایسی حرکات مجانین کیا کرتے ہیں۔ اور ذی ہوش مومنوں کی شان کے شایان نہیں۔ اس قسم کے لوگوں کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

تا مرا از قوم خود ببریده اند | بهر تکفیرم چها کوشیده اند
افترا ها پیش هر کس برده اند | و از خیانت ها سخن پرورده اند
تا مگر لغزد کسے زاں افترا | ساده لوحے کافر انگارد مرا
کافرم گفتند و دجال لعیں | بهر قتلم هر لئیمے در کمیں

کافرم خوانند از جہل و عناد
ایں چنیں کور بے بدنیا کس مباد

فصل ہفتم

پاداش ظلم کے بارہ میں حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی

امیر حبیب اللہ کی کمزوری طبع

سردار نصر اللہ خان نائب السلطنت اور علماء کابل نے ایک مومن متقی اور ایک صالح باعمل کو صرف اختلاف عقائد پر شہید کر دیا۔ باوجودیکہ وہ اپنی حقانیت اور صداقت پر آیات قرآنیہ اور نصوص حدیثیہ پیش کر رہا تھا۔ مومنوں پر فتوئ رجم از روئے قرآن کریم ہمیشہ کفار نے دیا۔ اور اس طرح ایک مومن کو رجم کر کے اپنے کفر پر مہر کر دی۔ ورنہ قرآن کریم میں کسی مومن کے حق میں کسی حالت میں بھی رجم ثابت نہیں۔ کیونکہ یہ سزا خلاف شرافت انسانیہ ہے اور مخالف نصوص قرآنیہ بھی۔

امیر حبیب اللہ خان نے بادشاہ اسلام اور سراج الملت والدین کہلانے کا مدعی ہو کر سردار نصر اللہ خان اور عوام کے رعب اور کثرت ہجوم سے دب کر ایک مومن صالح کے قتل و رجم کا فتوے دیدیا۔ اور تعلق استادی اور حق شاگردی اور عدل و انصاف کو بھول گیا۔ بغیر کامل عدالت مباحثہ کرانے کے اور بلا تحقیق رجم پہ مہر تصدیق ثبت کر دی۔

حضرت مسیح موعود کا قول

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود نے امیر کابل اور اس کے ارکین سلطنت کے اس ظلم

ناروا پر جو اس قتل میں شریک ظلم تھے دردرسیدہ دل سے امیر حبیب اللہ خان اور ان اراکین سلطنت کے حق میں جو اس ظلم کے بانی مبانی اور محرک ہوئے کے بارہ میں لکھا۔

"اے نادان امیر (حبیب اللہ) کیا مسلمانوں میں اختلاف مذہب اور رائے پر یہی سزا ہوا کرتی ہے۔ تو نے کیا سوچ کر یہ خون کر دیا۔ .... امیر کا یہ طریق اور یہ عدل ہے۔ نہ معلوم وہ خدا کو کیا جواب دے گا"
(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۴)

"شہزادہ عبد اللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی۔ وہ ہو چکی ہے اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ انہ من یأت ربہ مجرماً فان لہ جھنم لا یموت فیھا ولا یحیی (تحقیق جو شخص اپنے رب کے حضور مجرم پیش ہو گا۔ پس اس کے واسطے آتش جہنم ہو گا۔ وہ اس میں نہ مریگا۔ اور نہ جیئے گا) افسوس کہ یہ امیر زیر آیت من یقتل مومناً معتمداً داخل ہو گیا۔ اور ایک ذرہ کا خوف نہ کیا۔ اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش لاحاصل ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۸)

"صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے۔ کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ (ما رأینا ظلماً اغیظ من ھذا) ترجمہ:۔ اس سے سخت ظلم ہم نے کبھی نہیں دیکھا) لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں۔ کہ بعد میں ظاہر ہوں گے۔ اور کابل کی سرزمین دیکھ لے گی۔ کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبد الرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا۔ اور خدا چپ رہا۔ مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا۔

اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہونگے۔"

"ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا۔ ایسے معصوم شخص کو کمال بیدردی سے قتل کرکے اپنے تئیں تباہ کیا۔ اے کابل کی سرزمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بد قسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۷۳)

ہماری نظم میں قتل امیر کا ذکر

ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کچھ پیشگوئیاں ان کی تحریرات اور الہامات سے اخذ کرکے اردو نظم میں منظوم کرکے امیر حبیب اللہ خان کے قتل سے کچھ عرصہ پیشتر اخبار الفضل جلد ۶ نمبر ۳۸ مورخہ ۱۹ ار نومبر ۱۹۱۸ء میں شائع کی تھیں جن میں کابل کے بارہ میں انتخاب درج ذیل ہے:۔

گوش دل سے تم سنو اے ساکنان ہر دیار
ہم سناتے ہیں تمہیں وحی خدائے کردگار

ہم سناتے ہیں تمہیں کچھ اور پیشگوئیاں
وحی حق سے ہے خواہ کرو تم یا نہ ان پر اعتبار

بہ نشاں ہیں مختلف لیکن نتیجہ ایک ہے
یعنی ان پر ہے ہمارے صدق دعوی کا مدار

لو سنو تم غور سے اب ساری آیات میں
پورا ہونے کا کرو پھر شوق سے تم انتظار

بس نہیں ہوگا یہاں پر بلکہ ظاہر ہوتے ہیں
اور بھی صد ہا نشاں منجانب پروردگار

شہر کابل میں ہمارے مولوی عبد اللطیف
احمدی ہونیکے باعث ہو چکے ہیں سنگسار

خاندان مظلوم کا پابند جولان گراں
خوست سے خارج ہوا املاک سے بے اختیار

شاہ نے شاہی کے نشے میں کیا ظلم عظیم
جسکے باعث آتے ہیں اب اس پہ دن تاریک و تار

آہ جو مظلوم پر ہونا تھا وہ تو ہو چکا
لیکن اب باقی ہے ظالم اس پہ بھی پڑنی ہے مار

شاہ اور اسکے ارکین جو شریک ظلم تھے
اسکے خمیازہ میں اب ہونا ہے انہوں کو شکار

شاہ کابل کے ریاست میں مرینگے عنقریب   آدمی اسکے رعایا میں سے پچاسی ہزار ۔
جیسا کہ حضرت احمد مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی کی تھی ۔ اور جیسا کہ ہم نے زیر خط کشیدہ مصرعوں میں پیش خبریاں نظم کی تھیں ۔ خدا تعالٰے نے اپنے فضل و کرم سے حرف بحرف ان کو نہایت رعب اور جلال اور شان و شوکت سے پورا کیا ۔

واقعہ قتل امیر حبیب اللہ خان

امیر حبیب اللہ خان بمعہ سردار نصر اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان اور جرنیل محمد نادر خان اور علیا حضرت ملکہ افغانستان اور کمانڈر انچیف سردار محمد حسین خان سیر جبال کلہ گوشش ونعمان پر نکلے ۔ اور بمقام کلہ گوشش نعمان پر کیمپ لگایا گیا اور بادشاہ اور بیگم ایک خیمہ میں سوئے ۔ اور رات کے وقت خدا کا فرشتہ پیغام اجل لایا ۔ اور موت کے پستول نے امیر حبیب اللہ خان کا دماغ پارہ پارہ کر دیا ۔ اور سوئے کا سویا دائمی نیند سو رہا ۔ اور یہ واقعہ بروز جمعرات ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ واقع ہوا ۔ حضرت شہید کی شہادت کے بدلے نادان امیر مارا گیا ۔

ہمارے محترم بھائی قاضی مظہر الحق صاحب احمدی ساکن کوٹ نجیب اللہ ہزارہ نے اس واقعہ پر زیر عنوان "افغانستان میں خدا کا ایک جلالی نشان" اخبار الفضل مورخہ ۴ مارچ ۱۹۱۹ء میں مضمون لکھا مذکورۃ الصدر اشعار کو دوبارہ شائع کیا ۔ کہ گویا یہ اخبار پورے ہوگئے ۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء ۔

فصلِ ہشتم

ظالمانِ کابل کا پاداشِ ظلم

خداوند ذوالجلال ذوالجبروت کا غضب اور غصہ آخر جوش میں آیا۔ چونکہ وہ اپنے انبیاء اور ان کے مومنین کے واسطے نہایت غیور ہے اور عزیز اور ذوانتقام ہے۔ اس مظالمِ کابل کا خمیازہ ظالموں کو پاداشِ ظلم میں بھگتنا شروع کر دیا۔ امیر حبیب اللہ و اراکین سلطنت جو اس ظلم عظیم میں شریک تھے۔ گوناگوں عذابوں میں گرفتار ہونے شروع ہوئے۔ اور وہ اس طرح:-

پہلا پاداشِ ظلم (وباءِ ہیضہ) حضرت عبداللطیف کے شہادت کے دوسرے دن یعنی ۱۵ جولائی ۱۹۰۳ء کو شہر کابل اور اردگرد کے علاقوں میں اچانک اور خطرناک ہیضہ پھوٹ پڑا۔ جس سے روزمرہ تین چار سو آدمی ہلاک ہونے شروع ہوئے۔ اور لوگوں پر سخت ہیبت طاری ہوگئی۔ سردار نصراللہ خان کی بیوی اور ایک نوجوان لڑکا ہیضہ سے ہلاک ہوئے۔ اور سردار نصراللہ خان کو عبرت دلائی گئی۔ اور آیت فان لہ جھنم لا یموت فیھا ولا یحیی کا نظارہ اس کے دل میں قائم ہولیا۔ ہیضہ کے خطرناک صورت کا تذکرہ مسٹر انگس ہملٹن نے کتاب افغانستان کے صفحہ ۴۵۰ پر کیا ہے:-

دوسرا بادافراہ ظلم (فتوئ کفر)

امیر حبیب اللہ خان کابل سے سیاحت ہند پر ۱۹۰۷ء میں آیا۔ اور جب وطن واپس لوٹا تو جن علما نے حضرت شہید کو کافر اور مرتد قرار دیا تھا۔ انہی علمائے افغانستان نے خود اسی امیر کو کافر عیسائی اور مرتد قرار دیا۔ اور اس کی بدعقیدگی پر نکتہ چینی کی اور اس کا چال چلن خراب ظاہر کیا۔ اور سمت مشرق میں بغاوت برپا کی۔ اور اس طرح امیر کو کفر کا بدلہ بطور جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا مل گیا۔

تیسرا بادافراہ ظلم (ڈاکٹر عبد الغنی)

امیر حبیب اللہ خان نے بتحریک ڈاکٹر عبد الغنی خان اور اس کے بھائیوں کے کابل میں مجلس شورائے ملی قائم کی۔ مگر بہت جلد اس کو علم ہو گیا۔ کہ یہ مجلس شورائے نہ صرف اس کے اختیارات کو محدود کرنے والی ہے۔ بلکہ اس کی جان لینے کی سازش کر رہی ہے۔ چنانچہ اس نے نہ صرف اس مجلس شورائے ملی کو توڑا بلکہ شرکاء سازش کو گرفتار کر لیا۔ اور خود ڈاکٹر عبد الغنی اور اس کے بھائیوں کو نمک حرامی کی سزا میں گیارہ سال اسیر زندان کر دیا۔ اس طرح خدا تعالےٰ نے ان شریر اہل حدیث پنجابیوں کو سزا دی۔ جنھوں نے حضرت شہید کو قید و بند میں دلایا تھا۔ اور آخر کار شہید کروا دیا تھا۔ یہ پہلی سزا تھی جو ڈاکٹر کو اپنی قید کی ملی۔ بزمانہ حکومت امیر امان اللہ خان جبکہ ڈاکٹر ہنوز اسیر زندان تھا۔ اس کی بیوی کابل سے روانہ وطن ہوئی۔ اور راستہ میں بمقام لنڈی کوتل سرائے میں مر گئی۔ اور پبلک نے چندہ کر کے کفن دفن کا انتظام کیا۔ یہ دوسری سزا تھی۔ جو ڈاکٹر عبد الغنی کو ملی (۳) ڈاکٹر عبد الغنی خان کا نوجوان لڑکا عبد الجبار شہر کابل میں سودا لے کر بازار سے گھر جا رہا تھا کہ عقب سے کسی نے تلوار مار کر سر تن سے جدا کر دیا۔ داغ مرگ پسر کی تیسری سزا تھی۔ جو ڈاکٹر کو ملی۔ امیر امان اللہ خان نے ڈاکٹر کو گیارہ سال بعد جیل سے

رہا کر کے ہندوستان کی طرف خارج کر دیا۔ یہ چوتھی سزا تھی۔

پانچویں سزا یہ ہے۔ کہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس کا ایک ہی لڑکا ہے۔ اور وہ اب جلال پور جٹاں میں کرایہ پر ٹمٹم چلاتا ہے۔ خدا کی شان یا تو ڈاکٹر عبدالغنی خان کابل میں مختار کل بنا ہوا تھا۔ یا آج کس مپرسی میں فان لہ جھنم لایموت فیھا ولا یحیٰ کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

چوتھا پاداشِ ظلم (قاضی عبدالرزاق)

امیر حبیب اللہ خان نے اپنے ایام حیات میں حکم دے رکھا تھا۔ کہ ہر شخص سڑک پر اور گذرگاہ عامہ پر دست چپ پر چلا کرے۔ اور کوئی شخص اس کے خلاف نہ کرے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک دن امیر کابل سڑک پر سے گذر رہے تھے۔ دیکھا کہ ملا عبدالرازق خان ملائے حضور سڑک پر دست راست پر جا رہا ہے۔ اور ڈیوٹی والا سپاہی روک رہا ہے۔ اور وہ منع نہیں ہوتا۔ اس پر امیر نے ملاں عبدالرزاق کو ایک ہزار روپے جرمانہ کر دیا۔ اس سزا کے بعد وہ کابل سے ایسا غائب ہو گیا۔ کہ گویا زندہ در گور ہو گیا۔ کوئی نہیں جانتا۔ کہ اس کا کیا حشر ہوا۔ البتہ نہ وہ مدارس کی افسری رہی۔ اور نہ ملائے حضور کا عہدہ رہا۔ جن کی بناء پر اس نے حضرت شہید کے خلاف فتنہ کھڑا کیا تھا۔ انی مھین من اراد اھانتک پورا ہوا۔

پانچواں پاداشِ ظلم (مولوی نجف علی)

بزمانہ حکومت اعلےٰ حضرت محمد نادر شاہ مولوی نجف علی برادر ڈاکٹر عبدالغنی نے فارسی نظم میں ایک کتاب بنام درۂ نادرہ لکھی۔ اور اس میں ملاہائے کابل کی مذمت لکھی۔ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ نے وہ کتاب عدالت مرافعہ کے افسر اعلےٰ کو بھیجدی۔ کہ وہ اپنی رائے ظاہر کریں

انہوں نے بعد مطالعہ حکم دیا۔ کہ یہ شخص کافر اور مرتد ہے۔ کیونکہ اس نے توہین علمائے دین کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اس کو سنگسار کیا جاوے۔ آخرکار سفیر برطانیہ کی مداخلت سے اس کو اجازت ملی۔ کہ وہ کابل سے نکل کر ہندوستان چلا جاوے۔ اور ساتھ ہی اس کا بھائی محمد چراغ بھی کابل سے خارج کر دیا گیا

یہ ان شریر اہل حدیث گروہ کا انجام ہوا۔ جنہوں نے حضرت شہید کو قتل کرایا تھا۔ ان کو خدا کا وعدہ انی مہین من اراد اہانتک کے ماتحت پکڑا گیا۔ اب وطن میں گمنامی کے ایام بسر کر رہے ہیں۔ ؎

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

چھٹا پاداش ظلم

امیر حبیب اللہ خان بمعیت سردار نصر اللہ خان وغیرہ سیر و شکار کی غرض سے سمت مشرقی علاقہ جلال آباد کو گیا۔ کونٹر۔ لغمان کے سرسبز علاقہ میں دورہ کر رہا تھا۔ جب مقام کلگوش پہ پہونچا۔ جو ایک قابل نظارہ مقام شاہی سیرگاہ و شکارگاہ ہے۔ وہاں شاہی کیمپ لگایا گیا۔ اور چند دن قیام و آرام چاہا۔ ایک دن آدھی رات کے وقت جب بادشاہ اور اس کی ملکہ دونوں ایک خیمہ میں خواب استراحت میں تھے۔ موکل خداوند پیغام اجل لایا۔ اور موت کا پستول اس کے دماغ میں رکھکر چلایا۔ اور امیر افغانستان کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ فوج موجود پہرہ ڈبل موجود بادشاہ ملک مارا جاوے۔ کان سے کان تک خبر نہ ہو۔ یہ کیا تھا۔ وہی انتقام الٰہی اور حضرت شہید کے قتل کی پاداش تھا۔ جو ظالم اور نادان امیر کو بھگتنا پڑا۔ آج تک کوئی یقینی قاتل نہ ملا۔ لوگوں نے کئی وجوہ قتل تجویز کئے۔ اور کئی لوگوں کو قاتل قرار دیا۔ یہی لوگ زمینی قاتل کی تلاش میں ناکام ہوئے۔ اور کامیاب کیونکر ہوتے۔ جبکہ قاتل فرشتہ تھا۔

جو امیر کو کیفر کردار تک پہونچا کر خود غائب ہو گیا۔ اور ہونا تھا۔ کیا پنڈت لیکھرام پشاوری کا قاتل آج تک مل سکا۔ جو امیر کا قاتل مل جاتا۔

امیر حبیب اللہ خان جس دن مرا۔ اس کے صبح جمعرات کا دن تھا اور ۲۰ر فروری ۱۹۱۹ء مطابق ۱۸ر جمادی الاُولیٰ ۱۳۳۷ء تھا جبکہ وہ خداوند عزیز ذو الانتقام کے دربار میں قاتلان حضرت شہید کی صف میں بطور مجرم جا کھڑا ہوا۔ اور اس کا بستر استراحت بستر مرگ سے بدل دیا گیا۔ دیکھو تفصیل کے واسطے کتاب زوال غازی کا صفحہ ۸ و ۱۴ و ۲۳ مصنفہ عزیز ہندی:

ساتواں پاداش ظلم

سردار عنایت اللہ خان معین السلطنت جو امیر حبیب اللہ خان کا بڑا فرزند اور مقرر شدہ ولیعہد تھا۔ اور مستحق تاج و تخت تھا۔ سردار نصر اللہ خان کا جو اس کا چچا اور خسر تھا۔ دیرینہ حرص و آز امارت افغانستان چمک اٹھا۔ اور اس نے اپنے کمزور طبع بھتیجے کا جائز حق غصب کر لیا۔ اور امیر حبیب اللہ خان کی نعش جلال آباد لا کر سپرد خاک کر دی۔ اور ولی عہد کی موجودگی میں خود امیر افغانستان بن بیٹھا فوج اور اراکین موجودہ سے بیعت لی۔ اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اور انگریزی گورنمنٹ ہند کو اطلاع دے دی۔ اور ان سے توثیق کا خواہاں ہوا۔ اس وقت مستوفی الممالک سردار محمد حسین خان بھی ساتھ تھا۔

سردار امان اللہ خان نے جو امیر حبیب اللہ خان کا فرزند ثالث تھا اور اس وقت کابل میں گورنر تھا جب دیکھا کہ میرا باپ کس مپرسی کی حالت میں مارا گیا۔ اور جائز ولی عہد سلطنت باوجود موقع پر موجود ہونے کے محروم السلطنت کر دیا گیا۔ اور اس کا حق سردار نصر اللہ خان نے غصب کر لیا۔ اور قاتلوں کی گرفتاری کا کوئی تردد نہ کیا گیا۔ تو اس نے فوراً سردار

عبدالقدوس خان شاہ غاسی کے مشورہ سے اراکین سلطنت و روساء ملک و علماء شہر کو بلوایا۔ اور ایک اجتماع قائم کیا۔ اور سب واقعات باچشم تر بیان کئے۔ کہ ملک کا بادشاہ اور ہمارا باپ کس مپرسی میں قتل ہو گیا۔ اور کوئی قاتل گرفتار نہ کیا گیا۔ اور جائز ولی عہد محروم کر دیا گیا۔ کیا اس سے صاف واضح نہیں۔ کہ قاتل خود سردار نصر اللہ خان ہے۔ کیا یہ جو کچھ ہوا۔ درست ہوا۔ سب نے کہا نہیں۔ تو سردار امان اللہ خان نے کہا۔ کہ آپ لوگ میرا ساتھ دیں۔ ہم مظلوم ہیں۔ اور قصاص لینے میں اعانت کریں۔ سب نے سردار امان اللہ خان کے ہاتھ پر اتفاق کیا۔ اور بعیت کی۔ اور اس کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اب ملک میں دو بادشاہ ہو گئے۔ امیر امان اللہ خان نے فوراً ان اراکین سلطنت کے اولاد اور گھروں اور جاگیروں پر قبضہ کر لیا۔ جو اس وقت سردار نصر اللہ خان کے ساتھ سفر میں تھے۔ اور اس کے ہاتھ پر بعیت کر چکے تھے۔ اور اسلحہ اور خزانہ پر تصرف کر لیا۔

ایک فرمانِ شاہی کابل سے جلدی روانہ کیا گیا۔ اور سردار نصر اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان اور مستوفی الممالک محمد حسین کو مطلع کیا گیا۔ کہ آپ لوگ حکومت کے باغی اور میرے باپ کے قاتل ہیں۔ سردار نصر اللہ خان فوراً ادعوائے امارت سے دست کش ہو۔ اور سب پابہ جولان حاضر کابل ہوں اور اپنی صفائی پیش کریں۔ چنانچہ فرمان ملتے ہی سردار نصر اللہ خان اور اس کے ساتھیوں نے اپنے آپ کو بے بس پایا۔ اور سردار نصر اللہ خان نے خلع امارت کیا۔ اور تینوں پابہ جولان کابل لائے گئے۔ اور ان کو نظر بند کر دیا گیا۔

عزیز ہندی زوالِ غازی صـ۱۲۳ میں لکھتا ہے۔ کہ قارئین کو سنکر حیرت

ہوگی۔ کہ غازی امان اللہ خان کی تخت نشینی پر جب امیر حبیب اللہ کے مستوفی الممالک محمد حسین کو پھانسی پر لٹکا یا گیا۔ تو اس کی کثیر التعداد غیر منقولہ جائداد کے علاوہ محض نقد روپیہ جو اس کے گھر سے برآمد ہوا۔ وہ دس کروڑ تھا۔ اور آپ کی حیرت میں اضافہ ہوگا۔ کہ اس وقت ملک کی مجموعی آمدنی دس کروڑ روپیہ سالانہ سے کسی طرح زیادہ نہ تھی۔

سردار نصراللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان اور سردار حیات اللہ خان کو ارگ شاہی میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور بعد میں سردار نصراللہ خان کو ایک برج میں رکھا گیا۔ کہتے ہیں۔ اس صدمہ سے نصراللہ خان کے دماغ کا توازن بگڑ گیا ۔ اور مختل الدماغ ہوگیا۔ اور جس برج میں مقید تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد رات کے وقت حبس دم کر کے مارا گیا۔ یہ واقعہ اسی ۱۳۳۷ھ کا ہے۔

جس طرح سردار نصراللہ خان نے حضرت شہید کو پابجولاں کیا تھا اسی طرح پابجولان ہوا۔ جس طرح آپ کو ارگ شاہی میں قید رکھا۔ اسی طرح خود ارگ شاہی میں قید رکھا گیا۔ اور جس طرح آپ کو بے گناہ قتل کرادیا تھا۔ خود بھی قتل ہوگیا۔ اور جس طرح آپ کی قبر کو معدوم کرایا۔ اسی طرح امیر امان اللہ خان نے اس کی قبر کو نامعلوم کر دیا۔ ہم نے بدوران سیر کابل بہتیری کوشش کی۔ کہ اس کی قبر کا پتہ ملے۔ مگر کوئی صحیح موقع نہ بتا سکا کوئی نوشہر آمرا کا قبرستان بتاتا تھا۔ کوئی عاشقان عارفان کا۔ کوئی خواجہ صفا کا اور کوئی وہی پرانا قبرستان بتاتا تھا۔ جس میں حضرت شہید کو قتل و رجم کیا گیا تھا۔

خدائے غیور نے اس مغرور انسان کے ساتھ وہی سلوک

کیا جس کا کہ وہ مستحق تھا۔ اور آیت فان لہ جھنم لایموت فیھا و لا یحیٰ کا مورد ہوا۔ (دیکھو زوال غازی صـ ۲۸۵)

آٹھواں پاداش ظلم (قتل پسر سردار نصر اللہ خان

کچھ عرصہ بعد امیر امان اللہ خان کو خیال گذرا کہ افعی را کشتن و بچہ اش را نگہ داشتن درست نہ ہوگا پس اس نے سردار نصر اللہ خان کا اکلوتا فرزند بھی قتل کر دیا۔ اور اس طرح سردار نصر اللہ خان بحکم آیت ان شانئک ھو الابتر۔ ابتر اور منقطع النسل ہوگیا فقطع دابر القوم الذی لا یؤمنون۔ سردار نصر اللہ خان کی اکلوتی لڑکی عالیہ بیگم سے امیر امان اللہ خان نے ملکہ ثریا کے ڈر سے خفیہ نکاح کر لیا۔ مگر بوقت عزل اور فرار از افغانستان اس کو طلاق دے دیا۔ (زوال غازی صـ ۲۸۴ و ۲۸۵) گویا اس کی آخری یادگار لڑکی کا بھی انجام خراب ہوا۔ عبرت! عبرت! عبرت!!!

نواں پاداش ظلم

امیر حبیب اللہ خان کے ظلم سے حضرت شہید مرحوم کے دو نوجوان فرزند حضرت محمد سعید جان اور محمد عمر جان کو جبیل قیود نے شہید کر دیا۔ تو اسی طرح اور ٹھیک اسی کے انتقام میں خدا تعالےٰ نے سردار نصر اللہ خان کا نوجوان لڑکا قتل کرا یا۔ اور امیر حبیب اللہ خان کا جوان فرزند سردار حیات اللہ خان بچہ سقہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (زوال غازی صـ ۳۹۱) عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ:۔

شہزادہ حیات اللہ خان کو بچہ سقہ نے پہلے پٹوانے کا حکم دیا۔ اور بعد میں خیال آیا۔ کہ اس کی ضرورت نہیں۔ اور بغیر پٹوائے بندی خانہ میں بھیجدیا۔ اور دو ماہ کی قید کے بعد خفیہ طور پر قتل کرا دیا۔ اور ارگ شاہی کی دیوار کے نیچے دفن کر دیا۔ جب حکومت افغانستان اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ

کے ہاتھ آئی۔ تو اس نے دیوار گرا کر حیات اللہ خان کی نعش نکلوائی۔ اور باقاعدہ ایک قبرستان میں دفن کرا دیا۔ (دیکھو زوال غازی ص ۳۱)

حضرت شہید کے دو مظلوم صاحبزادوں کے عوض میں خدائے غیور نے امیر عبد الرحمن خان کے خاندان کے دو شہزادے ہلاک کر دیئے ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو — از مکافاتِ عمل غافل مشو

دسواں پاداش ظلم (رجم قبر امیر)

جس طرح امیر حبیب اللہ خان نے حضرت شہید کے جسد اطہر پر بارانِ سنگ کرایا۔ اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح باغیان علاقہ شنوار نے بدورانِ بغاوت جلال آباد پر حملہ کر کے امیر حبیب اللہ خان کی قبر پر پتھروں کی بارش کی۔ اور مرنے کے بعد رجم کیا۔ اور انی مھین من اراد اھانتک کا الہام پورا ہوا خاکسار جب سفر کابل کے واسطے جا رہا تھا۔ تو بمقام جلال آباد امیر حبیب اللہ خان کی قبر کو دیکھا۔ جو لب سڑک ایک باغ میں واقع ہے۔ ۱۳ اگست ۱۹۲۴ء کو ہم نے علامات رجم کو تعویذ قبر پر نمایاں دیکھا۔ جو موجود تھے۔ یہ قبر ایک شبیہ نما مسجد کے دروازے پر واقع ہے۔ سبزی مائل پتھر کا تعویذ ہے پشاور سے کابل جانیوالی سڑک کے جنوب کی طرف ایک وسیع احاطہ باغ کے وسط میں ہے۔

گیارھواں پاداش ظلم

حضرت شہید پر فتوئے تکفیر اور رجم دینے والے دو حق پوشش ملا قاضی عبد الرزاق اور قاضی عبد الرؤف قندھاری تھے۔ قاضی عبد الرزاق تو زندہ درگور ہوا۔ اور قاضی عبد الرؤف کے انجام کا اس وقت تک کوئی علم نہ ہوا۔ البتہ اس کے جانشین اور قابل فرزند قاضی عبد الواسع کو جس نے حضرت نعمت اللہ خان

کی شہادت میں حصہ لیا تھا۔ حکومت سقادیہ کے والی کابل ملک محسن نے سربازار چوک کابل میں نہایت بے رحمی سے ہلاک کیا۔ اور ۱۹۲۹ء میں کیفر کردار کو پہنچا اور خدا کے مواخذہ سے بری نہ رہ سکا۔

درس عبرت

میرے عزیز! اگر حضرت احمدؑ علیہ السلام خدا کا راستباز نبی نہیں۔ اور اس کی جماعت خدا کی برگزیدہ جماعت نہیں تو آخر کس طرح اور کس وجہ سے جماعت احمدیہ کے افراد کے خونِ ناحق کا انتقام خدا تعالےٰ نے ایک ایک مجرم سے چن چن کر لیا۔ اور اس طرح لیا۔ کہ ایک زبردست بادشاہ اور اس کی جرار فوج بھی بمشکل اس طرح چن چن کر بلا خون ریزی نہ لے سکتی۔ مگر خدائے غیور نے وہ کام خود کیا جس کو جماعت احمدیہ کے کمزور اور غریب اور مظلوم جماعت خود نہ کر سکتی تھی۔ ہر ایک واقعہ سبق آموز اور قابل عبرت ہے۔ اور ہرگز ہرگز اتفاقی نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے عملی ارادہ اور مصلحت سے ایسا ہوا۔ تمہارے دل اس بات کو ضرور قبول کریں گے۔ خواہ زبان ضد اور شرم سے انکار ہی کرے۔ سچ ہے ؎

ہر کہ آمد در مقابل شد دچوش عاقبت
آیت للسائلین و عبرۃ للناظرین

باب سوم

فصل اوّل

حکومت امانیہ اور مذہبی آزادی کا اعلان

تخت نشینی یہ نوجوان بادشاہ اعلیٰ حضرت امیر حبیب اللہ خان کا تیسرا فرزند تھا۔ اور ملکہ علیا حضرت کے بطن سے سنہ ۱۸۹۰ء میں تولد ہوا۔ اور بوقت وفات والد سی سالہ نوجوان تھا۔ اور والی شہر کابل تھا۔ جب قوم اور اراکین سلطنت نے اس کو ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ تو اس نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی فرمان شاہی بنام امیر نصر اللہ خان غاصب بمقام جلال آباد روانہ کیا۔ کہ وہ حکومت کے دعوے سے دست بردار ہو جاوے۔ اور اپنے آپ کو فوج کے حوالے کر دے۔ اور پابہ جولان اس کو کابل لایا گیا۔ اور اپنے دو بھائیوں سردار عنایت اللہ خان ولی عہد جس نے بزدلی سے اپنا حق تاج و تخت اپنے خسر کے حق میں چھوڑا تھا۔ اور سردار حیات اللہ خان دوسرے برادر کلاں کو ارگ شاہی میں نظر بند کر دیا۔ (دیکھو زوال غازی صد ۳۱۳)

جنگ سوم افغانستان۔ ان ناگوار واقعات کے اثر سے بچنے کیلئے

بقول عزیز ہندی امیر امان اللہ خان نے جلدی سے سرحدات ہند پر گورنمنٹ برطانیہ سے جنگ کی طرح ڈالدی۔ اور ملک کی توجہ دوسری طرف پھیر دی۔ جنگ کا آغاز مئی ۱۹۱۹ء میں ہوا۔ اور تھوڑا عرصہ باہمی کشمکش رہ کر اگست ۱۹۱۹ء میں صلح جنبانی ہوئی۔ اور نمائندگان صلح بمقام راولپنڈی بغرض صلح کانفرنس جمع ہوئے۔ برطانیہ نے اپنا سالانہ امدادی وظیفہ بند کر دیا۔ اور حکومت افغانستان کو دولت مستقلہ تسلیم کر لیا۔ جس کی یادگار میں ہر سال کابل میں جشن استقلال منایا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ استقلال ۱۷ / اگست ۱۹۱۹ء کو دستخط پذیر ہوا۔ (دیکھو زوال غازی ص ۳۱۔۱۴)

مذہبی آزادی سردار محمود خان طرزی خلف سردار غلام محمد خان طرزی جو امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ میں سراج الاخبار کابل کا مدیر اور سر دبیر تھا۔ اور امیر امان اللہ خان کا خسر اور ملکہ ثریا کا باپ تھا۔ اور سرزمین شام میں آزادانہ زندگی بسر کر چکا تھا۔ اس نے امیر امان اللہ خان پر پورا قابو پا لیا تھا۔ اور اس کو مشورہ دیا۔ کہ افغانستان کو ممالک متمدن کے اصول تمدن اور تہذیب پر چلایا جاوے۔ اور ملک میں مذہبی آزادی دی جاوے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ اور اعلان کیا گیا۔ کہ میری مملکت میں ہر مذہب اور ہر فرقہ کے پیرو مکمل آزادی کے ماتحت رہ سکتے ہیں۔ اور ہماری جماعت کا نمائندہ جب سردار محمود طرزی سے بمقام بمبئی و منصوری ملا۔ تو انہوں نے تحریراً اطلاع دی۔ کہ افغانستان میں ہر شخص کو آزادی حاصل ہے۔ لہٰذا جماعت احمدیہ پر بھی کوئی پابندی نہیں۔ چونکہ وہ اس وقت وزیر خارجہ کے عہدے پر ممتاز تھا۔ اس واسطے اس کی اس تحریر کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو یقین دلایا گیا۔ کہ کابل اور افغانستان

میں جماعت احمدیہ آزادی سے رہ سکتی ہے ۔ اور ان پر ملاؤں کا کوئی دست تطاول دراز نہ ہو سکے گا۔ اس اعتبار کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح سیدنا محمود احمدؓ کی اجازت سے حضرت نعمت اللہ خان پنج شیری قادیان سے بغرض قیام کابل روانہ ہوا۔ اور پشاور میں ہمارے پاس آکر رہا۔

حضرت نعمت اللہ عہ یہ نوجوان علاقہ پنج شیر ملک افغانستان کا باشندہ تھا۔ ایک درمیانہ قد کا خوبصورت نوعمر جوان تھا۔ اور تازہ خطِ ریش چہرہ پر آیا ہوا تھا۔ اندازاً ۲۰ بیس اور پچیس ۲۵ سالہ عمر کا ہوگا۔ قادیان دارالامان میں علوم قرآن کریم اور معارف احادیث سے بہرہ اندوز ہو رہا تھا۔ بطور معلم و مبلغ احمدیت و تربیت جماعت کابل جانے کو تھا۔

تحفۃ الامیر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے ان دنوں ایک کتاب تحفۃ الامیر نامی اردو میں تحریر کی۔ اور اس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ اور خوبصورت شکل اور عمدہ کاغذ پر لکھوا اور چھپوا کر امیر امان اللہ خان کے نام سے معنون کر دیا تھا۔ اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کے تاریخی حالات اور حضرت احمد علیہ السلام کے دعویٰ اور دلائل کا ذکر تھا۔ اور صحیح شکل میں احمدیت پیش کی گئی تھی۔ تاکہ امیر مذکور بجائے ہمارے مخالفوں کے غلط بیانات سننے ہماری باتیں ہماری زبانی سُنے۔ اور برادر حضرت نعمت اللہ خان کو وہ کتاب دی گئی کہ اپنے ساتھ کابل لے جا کر امیر افغانستان اور اس کے اراکین کے حضور پیش کرے۔ تاکہ ان کو احمدیت کے حالات کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

قیام پشاور برادر موصوف جب پشاور پہونچا۔ تو ہمارے پاس مکان انجمن احمدیہ پشاور واقعہ بازار جہانگیر پورہ میں ٹھہرا۔ اور عرصہ دراز تک قیام کیا۔ یہ واقعہ ۱۹۲۲ء مطابق ۱۳۴۰ھ کا تھا۔ برادر موصوف ایک

عہ آپ حضرت خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کے جو ذریعہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے شاگرد تھے احمدی ہوئے تھے

نہایت پاکیزہ۔کم گو۔ پُرجوش۔متدین نوجوان تھا۔گفتگو میں شیرینی تھی۔خدا تعالےٰ شاہد ہے۔کہ اس کے ایامِ قیام میں ہم پر یہ اثر ہو رہا رہا۔کہ اس اخلاقِ حسنہ اور صلاحیت کا مجسمہ کا انسان بشر نہیں۔بلکہ فرشتہ مجسم تھا۔ گویا ماھذا بشرا الا ملک کریم۔اسی کے حق میں آیا ہے۔وہ شیریں کلام موثر لہجہ میں کلام کرنے والا۔سُرخ و سفید خوبصورت چہرہ والا۔سیاہ چشم سڈول وجود۔کشادہ پیشانی۔سیاہ بالوں والا۔سیاہ بادام نما آنکھوں والا۔باریک لب اور چہرہ پر سیاہ ابریشم کی طرح بالوں کی ریش تھی۔زبان فارسی تھی۔اور پشتو بھی بول لیتا تھا۔اردو زبان بھی قدرے سیکھ لی تھی۔

برادر موصوف کے ملائم طبع اور نرم مزاج کو دیکھ کر ایک دن ہم نے دریافت کیا۔کہ اگر خدانخواستہ افغان آخر معاہدہ پر قائم نہ رہے۔اور آپ کو کوئی ابتلاء یا امتحان پیش آئے۔تو کیا آپ مصائب و شدائد۔باز پرس و دار و گیر برداشت کر سکیں گے۔برادر موصوف پر ہمارے اس سوال کا ایک خاص اثر ہوا۔اور آبدیدہ ہو کر کہا۔کہ انشاء اللہ آپ دیکھ لیں گے۔میں اس وقت کیا لاف و گزاف کر سکتا ہوں۔خدا تعالےٰ برادر موصوف کو جزائے خیر دے۔ کہ جیسا کہا۔ویسا کر کے دکھا دیا۔اور ایسے لوگ دُنیا میں کم ملتے ہیں۔

سفرِ کابل

آخر کار برادر موصوف ایک دن معہ برادر عبد الاحد خان کابلی ہم سے بصد حسرت و افسوس جدا ہوئے۔گلے ملے۔دُعا کی۔ اور رخصت ہوا۔اور براہِ جمرود درۂ خیبر و جلال آباد کابل چلے گئے۔وہاں کے احمدی ان کو دیکھ کر خوش ہوئے۔اور ایک مکان کرایہ پر لیا۔اور جماعت کو درس القرآن دینے لگے۔اور احباب کی ترقی علم دین اور تربیت اخلاق میں مشغول ہو گئے۔اور وہاں جب تک آزاد رہا۔یا بعد میں قید رہا۔خط و کتابت

جاری رکھی۔ اور حالات پیش آمدہ سے اطلاع دیتا رہا۔

فصلِ دوم

بغاوت اقوام منگل سمت جنوبی و شہادت حضرت نعمت اللہ خان

جن ایام میں حضرت نعمت اللہ خاں کابل میں قیام پذیر تھے۔ اقوامِ منگل[۱] باشندگان سمت جنوبی نے بعض وجوہ کی بناء پر بغاوت اختیار کی۔ اور ان وجوہِ بغاوت میں ایک یہ تھا۔ کہ امیر امان اللہ خان قرآن کریم سے رد گردان ہو چکا ہے۔ اور اس کے بدلے نظام نامہ جاری کرایا۔ جو اس کا خود ساختہ ہے۔ اور اس کے بعض دفعات کو علماء سمت جنوبی نے خلاف شریعت قرار دیا۔ اور انہوں نے امیر امان اللہ خان پر فتوئ کفر دے دیا تھا۔ اور اس کے خلاف بغاوت کا نام جہاد رکھا۔ یہ دافعہ ۱۹۲۴ء مطابق ۱۳۴۲ھ کا تھا۔

خوفِ زوالِ مملکت عزیز ہندی اپنی زوالِ غازی میں لکھتا ہے۔ کہ اس بغاوت کا مرکز خوست کا صوبہ تھا۔ جو افغانستان میں واقع ہے۔ اور اس کا سرغنہ ملائے لنگ (ملا عبداللہ) تھا۔ اور اس بغاوت کا عام سبب ملک میں قانون کے ذریعہ سے حکومت کئے جانے کی ابتداء تھی۔ اس مطلب کے لئے جو نظام نامہ بنایا گیا تھا۔ اس میں چند دفعات ایسے تھے جن کی نسبت ملاؤں کا دعوئے تھا۔ کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کے خلاف ہیں۔ اور ساتھ ہی ان کے بعض مواد خود ان ملاؤں کے اقتدار پر بھی حرف زن تھے

اس لئے انہوں نے نظام نامہ مذکور کو اپنے مفاد اور مذہبی اعتقادات کے خلاف پاتے ہوئے ملک میں آتشِ فساد برپا کر دی تھی۔ اور یہ آگ مذہب کے نام پر لمحہ بہ لمحہ ترقی کرتی جاتی تھی۔ اور بجا طور پر یہ خوف لاحق ہو چکا تھا۔ کہ کہیں حکومت سقوط نہ کر دی جاوے۔ لہٰذا اس پیش خطرہ سے بچنے کے لئے غازی امان اللہ خان نے ملک بھر کے مؤثر اور متقدر اشخاص کو عین بغاوت کے شباب میں پایۂ تخت میں طلب کیا۔ اور ان کے سامنے نظام نامہ رکھدیا گیا۔ کہ وہ حسب دلخواہ اس میں ترمیم و تنسیخ کر لیں۔ اور سب یکدل ہو کر بغاوت کے فرد کرنے میں منہمک ہو جاویں (زوال غازی صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴)

احمدیانِ خوست کا رویہ

آغازِ بغاوت میں باغیانِ منگل نے احمدیان سمت جنوبی کو بھی شراکت بغاوت کی دعوت دی جس پر ان احمدیوں نے مہلت بغرض جواب طلب کی۔ اور ایک نمائندہ ہمارے پاس پشاور روانہ کیا۔ کہ جماعت احمدیہ کی اس بارہ میں کیا احکام اور رویہ ہوگا۔ ہم نے ان کو اچھی طرح ذہن نشین کرایا۔ کہ ہر احمدی پر بادشاہِ وقت کی اطاعت واجب ہے۔ اور کسی حالت میں بادشاہ کے خلاف بغاوت درست نہیں۔ اس واسطے وہ باغیوں کا ساتھ نہ دیں۔ چنانچہ انہوں نے احمدیانِ خوست کو مطلع کیا۔ کہ وہ بغاوت میں شمولیت نہ کریں۔ اور وہ الگ رہے۔ اور باغیوں کو جواب دے دیا۔

باغیوں نے جب دیکھا۔ کہ احمدی ان کا ساتھ نہیں دیتے۔ تو انہوں نے خود احمدیوں کے خلاف کارروائی کرنی لازمی سمجھی۔ چنانچہ انہوں نے سمت جنوبی کے احمدیوں کی جائدادوں اور املاک کو خوب لوٹا۔ اور لتاڑا۔ اور ان کو طرح طرح کی ایذا دی۔ باغیوں نے یہ بھی کہا۔ کہ امیر امان اللہ خان بھی قادیانی ہے۔

کیونکہ احمدی اس کے خلاف بغاوت میں شریک نہیں ہوتے۔

قیام لوی جرگہ جس وقت امیر امان اللہ خان نے ملا عبد اللہ عرف ملائے لنگ اور اس کے داماد ملا عبد الرشید عرف ملا دبنگ کو اور دوسرے سرگردگانِ منگل کو بغرض مشورہ وگفتگو کابل بلوایا۔ اور لوی جرگہ کی بنیاد رکھی۔ (زوالِ غازی صـ۲۳۴) تو اس جرگہ میں بدورانِ گفتگو ملا عبد اللہ نے یہ بات پیش کی۔ کہ ہمارا یہ خیال ہے۔ کہ امیر امان اللہ خان قادیانی ہوگیا ہے۔ اس وجہ سے اس نے ایک احمدی مبلغ کو کابل میں قیام کی اجازت دے رکھی ہے۔ اور اگر وہ قادیانی نہیں ہے۔ تو ہمارے شک کا ازالہ اس طرح کرسکتا ہے۔ کہ اپنے باپ دادا کی طرح وہ بھی احمدیوں کو قتل کردے۔

گرفتاری مبلغ احمدیت چونکہ امیر امان اللہ خان بقول عزیز ہندی صفت تہور سے بے نصیب تھا۔ (زوالِ غازی صـ۲۳۵) اور اس کو یہ بھی فکر لاحق تھا۔ کہ کسی طرح منگل کی بغاوت فرو ہوجاوے (زوالِ غازی صـ۲۴۳-۲۴۴) تو اس نے اس شرط کو تسلیم کرلیا۔ اور ردّ کرنے کی جرأت نہ کرسکا۔ رعیّت کے ایک حصّہ کو خوش کرنے کی غرض سے دوسرے حصّہ کو ناراض کردیا۔ یعنی ان پر بلاوجہ ظلم روا رکھا۔

یہ بات تو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ کہ اقوامِ منگل کے باغی احمدیان خوست سے صرف اسی وجہ سے ناراض تھے۔ کہ وہ بادشاہ وقت کے خلاف بغاوت میں شریک نہ ہوتے۔ اور یہ بات امیر امان اللہ خان نے اپنی قلم سے لکھے خط میں تسلیم کی ہے۔ جو اس نے اٹلی سے اخبار زمیندار لاہور میں شائع کرایا تھا۔ کہ اقوامِ منگل نے مجھے کافر اور قادیانی کہا تھا۔ پس از کمزور طبع اور بے تہور بادشاہ نے بے گناہ احمدی مبلغ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ صرف اسواسطے

کہ مُنگل خوش ہوں اور مجھ سے ناراض نہ رہیں۔ میرا تخت و تاج سلامت رہے۔
اور میں احمدی نہ کہلاؤں۔

فرمان نبویؐ سیّدنا حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ کلکم راع وکلکم مسئولٌ عن رعیتہٖ یعنی
تم میں سے ہر ایک راعی یا چوپان یا بادشاہ ہے۔ اور اس سے اس کی رعیت
کے حقوق اور حفاظت کا سوال ہوگا۔ جب قرآن کریم نے صاف فرمایا ہے۔
کہ لا اکراہ فی الدین اور لکم دینکم ولی دین۔ یعنی ہر شخص کو مذہبی آزادی
کا حق ہے۔ اور کوئی شخص دوسرے شخص کے مذہب میں جبر و اکراہ سے دخل
نہ دے۔ اور نہ صرف اختلاف مذہب پر قتل کرے۔ اور خود اس نے ملک
میں مذہبی آزادی کا اعلان کیا تھا۔ تو اس نے کیوں خدا تعالےٰ کے صریح احکام
کے خلاف اور اپنے اعلان و فرمان کے خلاف ایک معصوم اور مظلوم احمدی
مبلغ کو اپنے تخت و تاج کی سلامتی کے واسطے قربانی کا بکرا بنایا۔

امیر کابل کی بیوفائی نہایت افسوس ہے۔ کہ احمدیان سمت جنوبی نے اپنے بادشاہ کی اطاعت اور وفاداری کے ثبوت میں نقصان
مال وجان قبول کیا۔ مگر باغیوں کا ساتھ نہ دیا۔ اور امیر امان اللہ خان بادشاہ
نے اس وفادار حصّہ رعیت کے حقوق اور مال وجان کی حفاظت نہ کی۔ اور ان
کے نقصانات کی تلافی نہ کی۔ بلکہ الٹا ان ہی باغیوں کے کہنے سے اپنے وفاداروں
سے بے وفائی کی۔ اور نہ خدا اور اس کے رسول کی شریعت کا پاس کیا۔ اور نہ اپنے
اعلان کا پابند رہا۔ اور ھل جزاء الاحسان الّا الاحسان کی آیت کو بھول گیا
کہ وفاداری کا معاوضہ وفاداری تھا۔ نہ کہ بیوفائی۔

آہ! افسوس کہ امیر حبیب اللہ خان کا فرزند اور امیر عبد الرحمن کا پوتا اپنے

ظلم و زیادتی میں اپنے باپ اور دادا سے کم نہ نکلا۔ اور آخر کار حضرت نعمت اللہ خان کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور ایک فرضی مقدمہ اس پر چلایا۔ کہ جماعت احمدیہ کے عقائد خلاف اسلام ہیں۔ اور قاضی عبدالرحمٰن کوہ دامنی اور قاضی عبدالسمیع قندھاری نے فتوٰی کفر دے دیا۔ اور صرف اسی پر صبر نہ کیا۔ بلکہ رجم کا حکم بھی دے دیا۔ اور عدالت عدلیہ نے بھی اس حکم کو برقرار رکھا حضرت نعمت اللہ خان نے عدالت عدلیہ میں خوب مفصل بحث کی۔ اور علماء کے فتاوٰی تکفیر غلط ثابت کر دیئے۔ مگر علماء کابل تو امیر امان اللہ خان کے حکم کے تابع تھے۔ ان کو اصلیت اور حقیقت سے کیا کام تھا۔

ان دنوں میں جبکہ حضرت نعمت اللہ خان زندان میں اسیر تھا۔ اس کے دو تین خطوط مشتمل بر حالات خود آئے۔ اور آخری چار صفحہ کا خط جیل سے آیا۔ جو پنسل سے لکھا ہوا تھا۔ اور اس کے یوم شہادت سے دو چار یوم قبل کا لکھا ہوا تھا۔ کہ دو تین دن میں آخری پیشی ہوگی۔ اور یہ آخری خط ہے۔ جو ڈھیمی روشنی میں لکھ رہا ہوں۔ اگرچہ عدالت عدلیہ پر اتمام حجت کر دی گئی تھی۔ مگر وہاں تو "پیش گرگان گریہ میشی چہ شود" پر عمل ہو رہا تھا۔ کیونکہ وہ حکم۔ فدیناہ بذبح عظیم یعنی ہم نے اس کے عوض میں بڑی قربانی دی۔ حضرت نعمت اللہ خان کے قتل کے عوض میں تخت و تاج کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔

تین بکروں کے ذبح ہونے کی خبر

خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ایام حیات میں ہی اطلاع دی تھی۔ کہ شاتان تذبحان کے بعد جو پوری ہو چکی تھی ۱۲ جنوری ۱۹۰۲ء کو خبر دی۔ کہ تین بکرے ذبح کئے جائیں گے۔ (البشرٰی جلد دوم صفحہ ۱۰۵) اگرچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بظاہر تین بکرے

منگوا کر ذبح بھی کروائے۔ تاہم جو خدا تعالےٰ کے ہاں مقدر ہو چکا تھا۔ وہ ہو کر رہنا تھا۔ اور حضرت نعمت اللہ خان ان تین میں سے پہلا قربانی کا بکرا بنا۔

آخری خط حضرت نعمت اللہ خان نے آخری خط میں جن خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اس کا ایک حصہ ہم نے فارسی نظم میں منظوم کیا تھا جو درج ذیل ہے۔ اور اصل خط حضرت خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ کو بمقام قادیان ارسال کر دیا تھا۔ جو وہاں محفوظ ہے:۔

جذبات حضرت نعمت اللہ خان در زندانِ کابل

اے خدا من از تو استدعا دریں زنداں کنم
جاں فدائے دیں کنم سر در رہت قرباں کنم
من نمے خواہم کہ از زنداں مرا بیروں کشی
بلکہ می خواہم کہ بر اسلام جاں قرباں کنم
مقصدم اعلائے دین ست و مرا کن کامیاب
نقشِ صدقِ احمدیت بر دلِ افغاں کنم
چوں نمی ترسم ز کشتن پس چرا خواہم نجات
بلکہ خونم قطرہ قطرہ در رہت افشاں کنم
گر قضائے تو بمرگم رفتہ باشد راضی ام
تا کہ ذرّاتِ وجودم در رہت پرّاں کنم
استقامت بخش تا ثابت قدم باشم بمرگ
تا کہ حسبِ بیعتِ خود من وفا پیماں کنم
بیشتر از بیشتر یا رب مرا اخلاص دہ

تا ازاں من از دیار لذتِ ایماں کنم!

مومن باللہ باشم امّتِ فخر الرسلؐ
جاں فدا بر احمد موعود ہم قرآں کنم

چوں بکابل جمع گردد بہر رجم مجمعے
صدق کیشِ احمدیت را بخوں اعلاں کنم

آنچناں ثابت قدم باشم دراں بارانِ سنگ
تا ز استقلال خود اعدائے حق حیراں کنم

وقت قتلم جنگ باشد درمن و شیطانِ من
یادرم باشی کہ من مفتوح آں میداں کنم

جسم گر مغلوب گردد روحِ من آزاد باد
تا سبک پرواز سوئے جنتِ رضواں کنم

آنچہ در وقتِ شہادت کردہ بُد عبداللطیف
اندریں آداں ہماں من نعمت اللہ خاں کنم

یوسف محزوں سلامم را بہ اخوانم رساں
عاقبت محمود باشد ایں دعا آلاں کنم

(دیوانِ فارسی صفحہ [illegible])

واقعۂ شہادت

چند ماہ قید و بند میں رہ کر اور اس آخری خط سے دو چار روز بعد آخری دفعہ عدالت عدلیہ میں پیش ہوئے اور حکم کفر و رجم سنا دیا گیا۔ اور ایک دن بغرض رجم مقرر ہوا۔ اور زندان سے چھاؤنی شیر پور تک پابجولان ایک جم غفیر کے اندر گھرا ہوا مقتل کی طرف لے جایا گیا۔ ایک میدان میں بارکوں کے نزدیک ایک گڑھا ۱½ فٹ

گہرا کھودا گیا۔ اور حضرت نعمت اللہ خان نے نمازِ عصر ادا کرنے کی اجازت حاصل کی۔ اور بعد از ادائے نماز ان کو آدھا زمین کے اندر کھڑا گاڑا گیا حضرتِ نعمت اللہ خان نے آخری دفعہ باشندگان کابل پر اتمام حجت کردی کہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو باآوازِ بلند اعلان فرماتے ہیں۔ کہ من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک مسلم (رواہ البخاری) یعنی جو شخص ہمارے مقرر کردہ نماز ادا کرتا ہو۔ اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز میں چہرہ کرتا ہو۔ اور ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ حلال جانکر کھاتا ہو۔ تو یہی تو مسلمان ہے۔ تم اس کو کس طرح کافر قرار دیدیتے ہو۔ قرآن کریم نے صاف فرمایا ہے۔ کہ من قتل مومناً متعمداً فجزاءہٗ جھنم۔ یعنی جو ایک مومن مسلمان کو عمداً قتل کرتا ہے۔ تو وہ یقینی جہنمی ہے۔

اس صریح احکام شریعت سے جو خدا اور اس کے رسول نے دیئے ہیں۔ روگردان ہو کر علماء کابل نے ایک مومن باعمل کو گھیرے میں لے لیا۔ اور آدھا گاڑ کر اس پر پتھر چلائے۔ حضرت نعمت اللہ خان نے رو بہ قبلہ ہو کر باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھا۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ

یہی الفاظ دوہراتا رہا۔ اور جان بحق ہوا۔ اور چند منٹوں میں اس پر سنگریزوں کا تودہ قائم ہو گیا۔ اور جسم مبارک نظروں سے پنہاں ہوا۔ اور روحِ مبارک سُرخرو ہو کر اپنے معبودِ حقیقی کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ واقعہ دوشنبہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ کو ظہور میں آیا۔ اور بہت جلد ساری سرحدات افغانستان تک یہ خبر پھیل گئی۔ اور ہندوستان

کے اخبارات نے اس کو اطرافِ عالم میں یورپ اور امریکہ تک پہونچا دیا اور مہذب دنیا نے افغانوں کی وحشت اور بربریت پر دل کھول کر مضامین لکھے۔ اور نفرت کے آرا پاس کئے۔

خاکسار اس وقت مانسہرہ ضلع ہزارہ میں بغرض سیر گیا تھا۔ اور وہاں ہی اس واقعہ شہادت کا علم ہوا۔ اسی وقت پشاور روانہ ہوا اور دل میں سخت درد تھا۔ اور آنکھوں سے خون پانی ہو کر نکل رہا تھا۔ اور باچشم پُرنم جو اس وقت چند اشعار فارسی زبان سے نکلے۔ وہ درج ذیل ہیں۔ اور اخبار الفضل مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۴ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

مرثیہ شہید نوجوان حضرت نعمت اللہ خان پنجشیری

اے شہیدِ نوجواں زاں جاں کہ قرباں کردۂ
مرحبا صد مرحبا۔ بر ما چہ احساں کردۂ!!
نعمت اللہ خاں چہ خوش مردانہ دادی جانِ خویش
حبذا صد آفریں کار نمایاں کردۂ
سنگ باریدند مردم سویت از جہل و عناد
سُرخرو گشتی چو تن در خون غلطاں کردۂ
جسمِ تو مجروح سنگ و رُوح تو مرفوع شد
پیش مولے رفتی و جابیت بر ضواں کردۂ
نور ضائے حق نمودی حق ز تو راضی شود
تو ز فعل خود نمایاں صدق ایماں کردۂ
جاں بدادی و ندادی گوہر ایماں ز دست

دہ چہ خویش مردانگی ثابت بہ افغاں کردہٴ

ظلم کابل کم نہ بدبہرت ز ظلمِ کربلا!

چوں حسین ثابت قدم خود را امیداں کردہٴ

احمدی بودی فدا گشتی پئے تبلیغ دین

حسب بیعت اے جری ایفائے پیماں کردہٴ

خطاب بہ امیر امان اللہ خان

خانۂ ظلم است ویراں ظالم مظلوم کُش

خانۂ خود را زدستِ خویش ویراں کردہٴ

نعمت اللہ خاں نہ کُشتی اے امان اللہ مگر

آنچہ انجام تو باشد خلق حیراں کردہٴ

عبرت از حالِ پدر گیر آنکہ کشت عبداللطیف

ایکہ بر ایں بے کسے از سنگ باراں کردہٴ

نعمت اللہ خاں شہید نوجواں کشتہ نشد

بلکہ بازی تو بخونِ خویش ناداں کردہٴ

توز ما کشتی جدا و من ز ہجرت خستہ دل

ایں دو چشمِ یوسفِ محزون گریاں کردہٴ

۱۰ ستمبر ۱۹۲۴ء

درعدن فارسی ص ۲۸ و ۳۰

مرثیۂ ثانیہ

اے شہید امتِ احمد نبی صد مرحبا!

عہدِ بیعت را وفا نمودی از صدق و صفا

نعمت اللہ خاں تو گشتی ثانئے عبد اللطیف

سر فدائے حق نمودی چوں حسین در کربلا

یاد ایا میکہ گفتی سر فدائے دیں کنم

از عمل ثابت نمودی آنچہ بُد قولِ شما

جاں بدادی و ندادی گوہر ایماں ز دست

آنچہ تو کردی ہمیں کردند مردانِ خدا

مے سزد گر بر تو نازد سر زمینِ پنج شیر

کم بزائد مادرے دُرّے بمثلت بے بہا

نوجوانِ خوب وضع خوب شکل و خوب رُو

نیک سیرت پاک خو و خوش کلام و باصفا

احمدی مردِ صالح باحیا و باادب !!

مولوی و عالم و پرہیزگار و پارسا!!

مومن باللہ غلامِ حضرت فخر الرسل

عامل قرآن مطیعِ احمدِ خیر الورا

سنگ باریدند افغاں زانکہ بودی احمدی

وہ چہ خوش ثابت قدم ثابت شدی در ابتلا

گوہر جانت ز سنگِ کیں شکستند و مگر

بیشتر از پیشتر شد قیمتش در چشم ما

جسمِ تو شد زیر سنگ و روحِ تو مرفوع باد

سُرخرو باشی بہ پیشِ حضرتِ رب السماء

چوں مقدم حسب بیعت دیں بہ دُنیا کردۂ

نور رضائے حق نمودی حق ز تو باشد رضا
مسکنت بادا بجنت نزد آں خیر الرسل
ہم بقربت احمدؐ موعود ختم الاولیاء
صد ہزاراں رحمتے بر عبدِ رحمانِ شہید
نیز بر عبد اللطیف فخر امت باصفا!
صد ہزاراں رحمتے بر سید سلطانِ شہید
نیز بر روحِ سعید و ہم عمر جاں باحیا
صد ہزاراں رحمتے حق بر روانِ پاک تو
نعمت اللہ خاں شہید نوجوان مردِ خدا
آہ نگر فتنہ است ظالم عبرتِ حالِ پدر
کرد تجدید تظلم تا بہ بیند خود سزا
خونِ ناحق ریختن گاہے نماندے بدل
سنت اللہ ہست باشد بہر ہر فعلے جزا
بست و نہم از محرم روزِ بد یوم الاحد
ایں سرت گردم چو کردی سر براہِ دیں فدا
سر بجیب انداختہ یوسف پئے تاریخ قتل
گو بکابل رجم شد آں نعمت اللہ باوفا

۱۳۴۳ھ
(در عدن فارسی صفحہ ۴۰-۴۲)

۱۳۴۳ھ

فصل سوم

شہادت حضرت مولانا عبد الحلیمؒ و حضرت قاری نور علیؒ

سردار علی احمد جان سردار علی احمد جان جو جنگ افغانستان کے اختتام پر اگست ۱۹۱۹ء میں حکومتِ افغانستان کی طرف سے بطور نمائندہ راولپنڈی کانفرنس میں تشریف لائے تھے۔ وہ علیاحضرت والدۂ امیر امان اللہ خان کے بھتیجے اور داماد تھے۔ (دیکھو زوالِ غازی صہ ۹) صلح کانفرنس کے بعد کچھ وجوہ ایسے پیدا ہوئے۔ کہ امیر امان اللہ خان نے اس کو کابل میں نظر بند کر دیا تھا۔ اور آخر علیاحضرت کی سفارش سے آزاد کئے گئے۔ اور ۱۹۲۴ء کے بغاوت منگل کے فرو کرنے کی غرض سے امیر امان اللہ خان نے ان کو خوست روانہ کیا۔ بغاوت کے فرو ہونے کے بعد فاتح منگل کہلاتے تھے۔ (زوالِ غازی صہ ۱۰) اس نے حکومت افغانستان کی طرف سے بغاوتِ منگل فرو کرنے کی غرض سے ملا عبد اللہ عرف ملائے لنگ سے لوی جرگہ میں جو عہد و پیمان کئے تھے۔ ان میں چند احمدیوں کا قتل کیا جانا طے پایا تھا۔ امیر امان اللہ خان نے اپنی مہر اور دستخطوں سے قرآن کریم پر اس مضمون کا حلف اٹھا کر بھیجا تھا۔ (زوالِ غازی صہ ۲۳۸) بالفاظِ دیگر حضرت نعمت اللہ خان شہید۔ حضرت مولانا عبد الحلیم شہید اور حضرت قاری نور علیؒ

شہید کے قتل ہونے کی تمامتر ذمہ واری امیر امان اللہ خان - سردار علی احمد جان - اور ملا عبد اللہ ملائے لنگ پر تھی - اور یہی تینوں ان تین مظلوموں کے قتل کے باعث تھے - اور صلح منگل کی خوشی میں یہ تین احمدی قربانی کے بکرے بنائے گئے - تا کہ ان کا صدقہ دے کر حکومت امانیہ کو سلامت رکھا جاوے -

گرفتاری حضرت مولوی عبد الحلیم[1] و مولوی قاری نور علی[2]

امیر امان اللہ خان نے اقوامِ منگل کو خوش کرنے کی غرض سے اپنی فطری بزدلی سے کام لیا - اور حضرت نعمت اللہ خان کی شہادت پر قانع نہ ہوا - اور چند اور احمدیوں کی تلاش میں ہوا - آخر قرعۂ فال حضرت مولانا عبد الحلیم احمدی ساکن چار آسیا (کابل) اور قاری نور علی احمدی باشندہ شہر کابل کے نام پڑا - ہر دو کے ذمہ یہ الزام قائم کئے - کہ یہ ان احمدیوں کی ملاقات کے واسطے سفارت خانہ برطانیہ میں گئے تھے - جو سفارت خانہ میں ملازم تھے - اور یہ کہ وہ خود بھی احمدی ہیں - بقول مسٹر انگس ہملٹن کسی باشندۂ افغانستان کے واسطے سفارتِ برطانیہ میں جانا یا ان کے ملازموں سے ملنا حکومتِ افغانستان کے نزدیک ایک ناقابل معافی جرم ہے - بلکہ جو شخص عمارت سفارت کے نزدیک گھومتا پایا جاوے تو اس کو بھی سزا دی جاتی ہے - یہ سزا صرف قید ہی نہیں - بلکہ یہ ایک نا تحریر شدہ قانون ہو چکا ہے - لوگ جہاں تک ہو سکے - سفیر برطانیہ اور اس کے ساتھیوں سے الگ رہیں - (دیکھو کتاب افغانستان صفحہ ۲۷۳ و صفحہ ۲۷۴)

[1] آپ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید مرحوم کے شاگرد تھے - اور عالم پارسا متقی اور صوفی احمدی تھے -

[2] قاری نور علی صاحب حضرت خلیفہ عبد الرحمن صاحب کے شاگرد تھے - اور بہت مخلص خوش اخلاق باصفا انسان تھے -

فیصلہ عدالت جلیلہ حضرت مولانا عبدالحلیمؒ اور حضرت قاری نور علیؒ دونوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور قاضی عبدالرحمن کوہ دامنی کے پاس پیش کیا گیا۔ جہاں سے فتویٰ کفر و رجم دیا گیا۔ اور عدالت عدلیہ نے برقرار رکھا۔ اور رکھنا تھا بھی۔ کیونکہ کوئی بے گناہی اور بے قصوری کا تو سوال ہی نہ تھا۔ انہوں نے خواہ مخواہ چند مظلوموں کو مارنا تھا۔ کہ تخت و تاج بچایا جاوے۔ ان کیواسطے وہ سزا تجویز کی۔ جو از روئے قرآن کریم ہمیشہ کفار کی طرف سے لنرجمنکم ولیمسنکم منا عذاب الیم کی صورت میں تجویز ہوتی رہی ہے۔ یعنی مومنوں کو فتویٰ دیا جاتا۔ کہ ان کو ضرور سنگسار کیا جاوے۔ یا عذاب شدید میں مبتلا کیا جاوے۔

واقعہ شہادت ایک دن مقرر ہوا۔ اور جب وہ دن آیا۔ تو علماء اور باشندگان شہر میں سے ایک انبوہِ کثیر بصورت جلوس زندان کے سامنے جمع ہوا۔ اور ہر دو مظلوم احمدیوں کو پابجولاں نکال کر شیرپور چھاؤنی کی طرف لے جایا گیا۔ اور ایک میدان میں گڑھا کھودا گیا۔ تاکہ ان کو آدھا گاڑ کر ان پر باران سنگ کیا جاوے۔ ہر دو مظلوموں نے اپنے قاتلوں سے درخواست کی کہ عصر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا موقع دیا جاوے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اور ہر دو مظلوموں نے نمازِ عصر باجماعت نہایت خشوع اور خضوع سے ادا کی اور اپنے قاتلوں پر خاموشی سے اتمامِ حجت کر دی۔ کہ وہ کن کو قتل کر رہے ہیں ان کو جو (۱) ایمان باللہ رکھتے ہیں (۲) ایمان بالقرآن رکھتے ہیں (۳) ایمان محمدؐ رکھتے ہیں (۴) ایمان بالصلوٰۃ رکھتے ہیں۔ (۵) ایمان بالکعبہ رکھتے ہیں۔ (۶) ایمان بالآخرت رکھتے ہیں۔ پس مومنوں کے قاتل من قتل مومنا متعمدا

کے فرمانِ خداوندی کے تحت میں آچکے - اور خدا تعالےٰ کے حضور مجرم بن چکے -
حضرت مولانا عبدالحلیم اور حضرت قاری نور علی نے بعد از فراغت نماز اپنے قاتلوں کے سرگروہ سے کہا - کہ ہم کو گاڑنے کی ضرورت نہیں - ہم قبلہ رُخ بیٹھے رہتے ہیں - اور آپ اپنا کام کریں - فاقض ما انت قاض - یعنی کرو جو تمہاری مرضی ہو اور ہر دو نے بلند آواز سے کلمہ شہادت ادا کرنا شروع کیا -

نشہد ان لا الہ الا اللہ ونشہد ان محمد رسول اللہ

قاتلوں نے چاروں اطراف سے بارانِ سنگ شروع کر دیا - اور چند منٹوں میں ہر دو تودۂ سنگ کے نیچے نظروں سے پوشیدہ ہوگئے - ان کی مبارک روحیں ان کے پاک اجسام سے جدا ہوگئیں - اور اپنے معبود حقیقی کی طرف سرخرو ہو کر مرفوع ہوگئیں - اور ان کے اجساد مطہرہ پتھروں کے نیچے مدفون ہوگئے - انا للہ وانا الیہ راجعون -

یہ دن پنجشنبہ کا تھا - اور تاریخ ۱۰ ر رجب المرجب ۱۳۴۳ھ مطابق ۵ ر فروری ۱۹۲۵ء تھا -

ہم نے اپنے قابلِ عزت بھائیوں کی یاد میں ایک مرثیہ ان دنوں میں لکھا تھا - جو اخبار الفضل مورخہ ۲۴ ر جون ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا تھا - اور وہ یہ ہے

مرثیہ بزبان فارسی

حبذا نور علی صد مرحبا عبد الحلیم
احمدی بودید زاں کشتید در کابل رجیم
ہمتِ مرداں نمودید آفریں صد آفریں
کشتہ گشتید و نگشتند از صراطِ مستقیم

غیرتِ افغاں کجا دارد روا مرتد شود
چوں بہ بیند جانِ خود در معرضِ امید وبیم
احمدی افغاں دہد جاں لیک ایماں را ز دست
گو نخواہد داد گر گردد ز سر تا پا دو نیم
احمدیت عین اسلام است و مومن احمدی ست
مومناں را نام مرتد مے نہد مردِ لئیم
چیست جرمِ شاں بجز ایمان باللہ داشتن
نیز ایماں بالمحمد یا بہ قرآنِ کریم
احمدِ موعود نگرفتہ است بیعت از کسے
غیر ایں سہ امر تا ہستیم ما مردم علیم
گر چنیں کفرست ما الحمد للہ کافریم
فارغیم از کفر و اسلامِ تو اے مردِ خصیم
دوزخ و جنت اگر در قبضۂ مولائے ماست
تو چساں باشی قسیمِ جنت و نارِ جحیم
اے مکفر احمد آمد تا ترا مومن کند
تو ورا کافر بگفتی حسبِ دستورِ قدیم
احمدی را کافرے گفتن و کشتن ناروا است
نزد مردانِ سرِ پُر مغز با قلب سلیم
نیست مرتد احمدی نے رجم مرتد را رواست
حسب قرآن و حدیث و حسب ایں دینِ قویم
کارِ مومن رجم مومن کے بود جز کافرے

رو بخواں یٰسین و مریم ہُود و شعرائے فہیم

احمدی را مخبرِ اغیار گفتن افترا است

دامنِ شاں پاک زیں جرم است واللہ العلیم

افترا سہل است لیکن مشکل افتد آں زماں

چوں ثبوت از مفتری خواہد خداوندِ عظیم

لعنتِ حق بر رواں مخبر و ہم مفتری ست

نزد احمدؑ ہر دو فعلے ہست جرم بس فخیم

اتباعِ بادشاہ بر احمدیاں واجب است

گر بود او مسلمے یا کافرِ دینِ قویم!

اے اماں اللہ سلطان است ظل اللہ بملک

پیرو ہر کیش مے باشد بعرمانش سلیم

خود خدا گفتہ است لا اکراہ در قرآنِ پاک

نیز آزادیٔ مذہب را نمودی تو رقیم

پس خلاف حکم قرآن نیستہ فرمانِ خود ست

چوں کشی خدام احمد چوں کنی ظلمِ عظیم

گر خدا ہست و قیامت یعنی روزِ بازپرس

پس ز عہد خود مخلف را بود اخذِ الیم

گر شود کافر کسے کو گفت عیسےٰ را وفات

فوت کو گوید محمد را چہ باشد آں اثیم

آہ بد یوم الخمیس عاشورۂ شہر رجب

چوں دو سرو باغِ احمد او فتادہ کالصریم

بود ہجری یک ہزار و سہ صد و ہم چہل و سہ
تازہ در کابل چو شد از کربلا رسمِ قدیم
سر فرو یوسف نمود و بعد قطع لب بگفت
ما من رُوح شما بادا بجناتِ النعیم

۱۳۴۳ھ

(در عدن فارسی ۴۶ و ۴۸)

فصلِ چہارم

غیر احمدیانِ ہند و باغیانِ خلافت لاہور کا ناپاک پروپاگنڈا

غیر احمدیانِ ہند کا پروپاگنڈا

امیر امان اللہ خان اور اس کے علماء نے تین احمدیوں کو محض بے گناہ صرف باغیانِ خوست کے خوش کرنے کی غرض سے قتل کرا دیا تھا۔ اور کسی مسلمان کو کیا ایک مرتد اسلام کو بھی پتھروں سے قتل کرنے (رجم) کا جواز قرآن کریم میں موجود نہیں اور نہ کسی صحیح حدیث میں موجود ہے۔ کہ اختلافِ عقائد پر کسی مسلمان کو یا مرتد کو سنگسار کیا جاوے۔ مگر باوجود اس کے ہندوستان و پنجاب کے بعض کور باطن ایڈیٹرانِ اخبارات وغیرہ نے سعی ناکام کی۔ کہ کسی طرح امیر امان اللہ خان کو شرعی اور معقولی جواز مل جاوے۔ مگر یہ سب کچھ محض غلط تھا۔ کیونکہ اختلاف

عقائد پر رجم کرنا کبھی کسی مومن گروہ کا کام نہیں ہؤا۔ اور البتہ سورۂ یٰسین سورۂ ہود۔ سورۂ الشعرا۔ سورۂ مریم میں کفار کی طرف سے مومنوں کو رجم کا فتویٰ اور دھمکی ملتی رہی ہے۔

مولوی ظفر علی اور اخبار زمیندار

ان معاندین میں منشی ظفر علی ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور اور علماء دیوبند پیش پیش رہے۔ اور عند الشریعت رجم کے جواز پر بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر سب نابود۔ حضرت مولانا شیر علی نے قتل مرتد پر لاجواب کتاب تحریر کی۔ اور تلان قتل مرتد کے قلعوں کو توڑ کر رکھدیا۔ آخر کار ظفر علی خان کو یہ سوجھا۔ کہ چلو یہ الزام دھردو۔ کہ جماعت احمدیہ کے افراد گورنمنٹ برطانیہ کے مخبر ہؤا کرتے ہیں۔ اور اسی جرم کے یہ مظلوم بھی مرتکب ہوئے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالےٰ گواہ ہے۔ کہ مخبری کا فعلِ تشنیع ہمارے مخالف ملاّنوں کا پیشہ اور شیوہ ہے۔ اور ہم احمدی اپنے ملک و ملت اور حکمران کے خلاف مخبری کو ایک لعنتی کا کام جانتے ہیں۔ ہمارا تو طرۂ امتیاز یہی ہے۔ کہ ہندوستان میں ایک عیسائی بادشاہ کے ماتحت رہ کر ہم فرمانبردار اور امن پسند اور تابعدار وفادار ہیں۔ تو جو احمدی ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں ہیں مثلاً عراق۔ افغانستان۔ ایران۔ ترکیہ۔ شام۔ عرب۔ مصر۔ چین۔ جاپان اور جزائر زیر قبضہ ہالینڈ میں وہ اپنے ملک اور بادشاہ کی وفادار رعیت ہیں۔

ہم احمدی اپنے ملک کی حکومت کی وفاداری اور تابعداری اور بادشاہ ملک کی اطاعت اپنے مذہبی تعلیم کے ماتحت کرتے ہیں۔ نہ کسی لالچ سے نہ خوشامد سے۔ مگر ہمارے مخالف جو ہم پر خوشامدی ہونے کا الزام دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک حصہ زبان سے حکومت کے خیر خواہ خوشامدی اور دل سے مخالف اور بدخواہ ہوتے ہیں۔

صرف اغراضِ دُنیاوی کے ماتحت اور اپنی ذاتی فوائد کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ اور اپنے نفاق کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور ایک حصّہ تو ایسا ہے۔ جو دل سے گورنمنٹ کا خیر خواہ اور مددگار ہوتا ہے۔ اور ان کے جوان فوجوں اور رسالوں میں بھرتی ہوتے ہیں۔ اور اپنے ہم مذہب لوگوں کے خلاف میدانِ جنگ میں اترتے ہیں۔ اور بالعوض تنخواہیں اور جاگیریں اور انعامات اور خطابات حاصل کرتے ہیں۔ اور ایک حصّہ محض خطابات اور انعامات اور جاگیروں اور تنخواہوں کی غرض سے ہر ایک امر پر کمربستہ ہوتا ہے۔ اپنے ہم مذہبوں کی چغلیاں کھانا اور مخبریاں کرنا اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ یا اپنی حکومت کی مخبری دوسرے ممالک مثلاً روس وغیرہ کے پاس کرتے ہیں پس جیسا کہ وہ خود غدار اور بے وفا اور باغی اور لالچی ہوتے ہیں۔ اسی قسم کا ہر ایک کو خیال کرتے ہیں۔

چیلنج حلف مؤکد بعذاب دربارہ مخبری

کیا کوئی ہے۔ جو ہمارے ذمہ حلف مؤکد بعذاب اٹھا کر ثبوت دے سکے کہ ہم میں سے کسی نے اور کب اور کہاں مخبری اور خبر رسانی کا ناپاک فعل کیا ہو اور اس کے عوض میں گورنمنٹ سے کوئی خطابات۔ جاگیریں یا انعامات حاصل کئے ہوں۔ ہم یقین دلاتے ہیں۔ کہ ایک احمدی کے خلاف بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا

غیر احمدیوں کی اسلام دشمنی

کیا ہمارے غیر احمدی معترض بتا سکتے ہیں۔ کہ ہندوستان سے جو مسلمان پیادہ اور سوار پلٹنوں میں ملازم ہو کر ایران پر۔ عراق پر۔ کاظمین پر۔ کربلا پر۔ نجف پر۔ بغداد پر۔ حجاز میں۔ عدن میں۔ مصر میں۔ فلسطین میں قسطنطنیہ میں مسلمان بادشاہوں اور خلیفۃ المسلمین کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور اپنے مقدس مقامات کو پامال کیا۔

اور اپنے ہم مذہب جوانوں کو قتل کیا۔ ان کی ازواج کو بیوہ کیا۔ ان کی اولاد کو یتیم کیا۔ اور ان کے املاک پر ہاتھ صاف کیا۔ اور ان کے ملک کو چھینا۔ یہ تمام احمدی تھے۔ یا ہمارے مخالف مسلمان غیر احمدی تھے۔ پس کس منہ سے ہم پر وُہ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ جس کے مرتکب دراصل وہ خود ہیں۔ شیعانِ کوفہ کی طرح حضرت امام حسین کو تو خود قتل کرایا۔ اور شہادت کا الزام دوسروں پر دھر دیا۔

پس جو لوگ جماعت احمدیہ پر یہ ناپاک الزامات لگاتے ہیں۔ وہ توبہ کریں ورنہ خدا تعالےٰ کی طرف سے روزِ باز پرس مقرر ہے۔ اور اس کے واسطے وہ خدا تعالےٰ کے حضور جواب دہ ہونگے۔ اور ضرور ہونگے۔

باغیان خلافت احمدیہ لاہور

مولوی محمد علی ایم۔ اے نامی ایک شخص جو لاہور سے ۱۸۹۸ء میں قادیان جاکر رہا تھا اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کا ملازم رہا۔ اور اس انجمن کا سیکرٹری ممبر اور خزانچی بھی تھا۔ چودہ سال رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان کے اردو اور انگریزی پرچوں کا ایڈیٹر بھی۔ حضرت احمد علیہ السلام کی وفات کے بعد خواجہ کمال الدین وکیل لاہور کے زیر اثر ہو کر خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف سازشوں میں حصہ دار بنا۔ اور خلافت اولیٰ میں دو دفعہ بعیت سے خارج کیا گیا۔ اور پھر اس نے تجدید بعیت کی۔ جب حضرت نور الدین اعظم کی وفات کے بعد خلیفہ اور امام جماعت ماننے جانے سے مایوس ہوا۔ تو قادیان سے نکل کر لاہور آرہا۔ اور یہاں اس نے جماعت احمدیہ قادیان اور ان کے امام حضرت محمود احمد کیخلاف باقاعدہ مخالفت شروع کی۔ اور احمدیت کے عقائد اور تعلیمات سے پیچھے پیچھے ہٹتا گیا۔ اور رجعت قہقری اختیار کی۔ اور مکفرین مکذبین اور مستہزئین

مسیح موعودؑ کا ساتھی اور ہمدرد بن گیا۔ ان کو مسلمان ثابت کرنے لگا۔ اور جماعت احمدیہ کو کافر کہنے لگا۔ ایک گروہ اس کے اس زہریلی تحریرات اور خطبوں سے مسموم ہوکر قادیان کا مخالف بن گیا۔

غیر مبایعین کا جوشِ انتقام

ہم نے مولوی محمد علی ایم۔ اے اور اس کے رفقا کے خلاف ان کے خیالات کی تردید میں اردو اور فارسی میں بعض نظمیں لکھی تھیں۔ جو اخبارات قادیان میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ نومبر ۱۹۲۷ء میں ہم نے ان کا ایک مجموعہ فارسی اردو میں شائع کیا۔ اور اس کا نام درِ عدن رکھا۔ ہم نے اپنی نظموں کے ساتھ وہ نظمیں بھی ضم کر دیں جو حضرت سید عبد اللطیف شہید اور دوسرے شہدا کی وفات پر اخباراتِ سلسلہ میں شائع کی تھیں۔

باغیانِ خلافت کو ان رسالوں کی اشاعت سخت ناگوار تھی۔ مگر وہ کوئی صورت ان کی اشاعت کو روکنے کی نہ کر سکتے تھے۔ مگر سخت تلملاتے رہے۔

آغاز ۱۹۲۸ء میں امیر امان اللہ خان بارادۂ سفر یورپ کابل سے براہِ قندھار چمن اور کوئٹہ ہندوستان آیا۔ اور یورپ کو جاتا رہا۔ اس پر باغیانِ خلافت کو درِعدن کو ضبط کرانے اور راقم کو مقدمات میں پھنسانے کی نیت سے یہ سوجھا۔ کہ اچھا موقع ہاتھ آیا ہے۔ اور یہ ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ تب انہوں نے اس طرح ایک ناپاک پراپیگنڈا اخبار پیغام صلح لاہور میں شروع کیا۔ کہ اعلیحضرت امیر امان اللہ خان مسلمانوں کا بادشاہ ہے۔ اور سات کروڑ مسلمانانِ ہند کا محبوب ہے۔ اور قیصر ہند کا مہمان ہو کر ہندوستان آیا۔ اور عین اسی وقت قاضی محمد یوسف نے سرکاری ملازم ہو کر اس کے خلاف درِعدن شائع کی۔ اور اس میں امیر امان اللہ خان کو گالیاں دی گئیں۔ اور بُرا کہا گیا

اور اس کی ہتک کی گئی۔ لہذا گورنمنٹ برطانیہ اس کو گرفتار کرے اور اس پر مقدمہ چلائے اور اس کو سخت سے سخت سزا دے۔

خود بھی اس پر بار بار مضامین لکھے۔ اور لاہور کے اخبارات انقلاب زمیندار۔ سیاست۔ مدینہ بجنور۔ شہاب راولپنڈی۔ سرحد پشاور۔ ترجمان سرحد وغیرہ میں اس پر برابر سلسلہ مضامین جاری کرایا۔ اور خوب زور لگایا۔

میرزا محمد سلطان صاحب جو ایک پنشنر انسپکٹر آف پولیس تھے۔ اور غیر مبایع تھے۔ اور ان کے ساتھیوں مستری میاں محمد صاحب مکی وغیرہ نے خاکسار کے خلاف پورا زور قلم صرف کیا۔ جو اناپ شناپ آیا لکھا۔ اور دل میں خیال کیا۔ کہ بس وہ چاروں طرف سے ہم کو گھیر چکے ہیں۔ اور اب زمین پر ہم کو ان کی گرفت سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ مگر جس کا خدا محافظ ہو۔ بھلا اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ اور یہ نادان اس قدر بے خبر تھے۔ کہ خاکسار نے جو کچھ امیر امان اللہ خان کے بارہ میں لکھا تھا۔ وہ تو صرف بطور پند و نصیحت تھا۔ کہ محض اختلاف عقائد یا خیالات پر چند مظلوم مسلمانوں کو بدترین سزا دی۔ اور ان کو بے گناہ قتل کر دیا۔ خدا اور قیامت سے نہ ڈرا۔ یہ خون ناحق آخر رنگ لائیگا۔ اور دنیا کے واسطے درس عبرت چھوڑ جائیگا۔

خدا کا ہاتھ اور اس کا فیصلہ

انہوں نے سلطنت برطانیہ کے منصف مزاج اور انسانیت پرور مہذب افسروں کو بھی اپنی طرح کور دل اور بد باطن خیال کیا تھا۔ کہ وہ ان کے لغو تحریرات سے متاثر ہونگے۔ مگر ہمارا خدا جو غیور خدا ہے۔ اور ایک مومن کے واسطے اس کو بڑی غیرت ہے۔ اس نے ایک طرف افسران برطانیہ کو عدل و انصاف پر قائم رکھا۔ نہ ہم سے کوئی قانونی گرفت درست سمجھی۔ اور نہ ہماری ملازمت کو کوئی نقصان

پہونچ سکا۔ اور نہ ان بدطینتوں کو خوشی کا موقع دیا۔ بلکہ اس سات کروڑ کے محبوب کو بعد از مراجعت سفر افغانستان کے تخت و تاج سے محروم کر کے کابل سے ہمیشہ کے واسطے رخصت کر دیا۔ اور یہ اسی سال کے آخری حصہ میں کر دکھایا اور یہ سات کروڑ جان نثار اپنا سا منہ لے کر دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے۔

جن اشعار کی بناء پر اس قدر شور مچایا تھا۔ وہ یہ تھے۔ ناظرین خود انصاف کریں۔ کہ اس میں کونسی گالی یا بدزبانی استعمال ہوئی ہے۔ یا کونسی ہتک کی گئی۔ یا صرف بطور ہمدردی امیر امان اللہ خان کے ظلم پر اظہار افسوس اور نصیحت کی گئی ہے۔

خانۂ ظلم است ویراں ظالم مظلوم کش
خانۂ خود چوں ز دستِ خویش ویراں کردۂ
نعمت اللہ خاں نہ کشتی اے امان اللہ مگر
آنچہ انجامِ تو باشد خلق حیراں کردۂ
عبرت از حالِ پدر گیر آنکہ کشتت عبداللطیف
ایکہ بر ایں بے کسے از سنگ باراں کردۂ
نعمت اللہ خاں شہید نوجواں کشتہ نہ شد
بلکہ بازی تو بخونِ خویش ناداں کردۂ

آہ نگرفت است ظالم عبرت از حالِ پدر
کرد تجدیدِ ظلم تا بہ بیند خود سزا
خونِ ناحق ریختن گاہے نہ ماند بے بدل
سنت اللہ ہست باشد بہر ہر فعلے جزا

خود خدا گفتہ است لااکراہ در قرآنِ پاک
نیز آزادیٔ مذہب را نمودی تو رقیم
پس خلافِ حکمِ قرآن نیز فرمانِ خودست
چوں کشی خدامِ احمد چوں کنی ظلمِ عظیم
گر خدا ہست و قیامت یعنی روزِ بازپرس
پس زعہدِ خود مخلف را کند اخذِ الیم

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو۔ کہ کیا وہ امیر جس نے ان مظلوموں کو خلافِ تعلیمِ قرآن اور خلاف اپنے اعلانِ آزادی مذہب قتل و رجم کر دیا۔ ان مظالم کے باعث ظالم نہ تھا۔ اور اس کے ظلم کا خانہ ویران نہ ہوا۔ اور اس ویرانی کا باعث وہ خود نہ تھا۔ امیر امان اللہ خان کے اس ہولناک انجام سے دنیا حیرت میں مبتلا نہ ہوئی۔ جو سزا حضرت شہید عبداللطیف کے قتل کے بعد اس کے باپ امیر حبیب اللہ خان اور اس کے خاندان کو ملی۔ وہ قابلِ عبرت نہ تھی۔ حضرت نعمت اللہ خان کو قتل کرکے امیر امان اللہ خان نے تخت و تاج نہ کھویا۔ اور اس کے خاندان کے لوگ قتل نہ ہوئے۔ کیا یہ مواخذہ بہت جلد خدا تعالےٰ نے نہ کیا۔ چاہئے تو تھا۔ کہ یہ لوگ پھر ان کلمات کو حرف بحرف پورا ہوتا دیکھکر جو چار سال قبل از وقت کہے گئے تھے۔ وہ ہمارے ہاتھ اور قلم کو بوسہ دیتے۔ الٹا ہمارے خلاف طوفانِ بے تمیزی برپا کیا۔ اور ظالم کا ساتھ دیا۔ حالانکہ اپنے دل میں وہ بھی امیر امان اللہ خان کو ظالم ہی یقین کرتے تھے۔ اور اس کی ان حرکات کو خلافِ اسلام جانتے تھے۔ مگر ان کے ذاتی بغض نے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا۔ اور ان کے ہاتھوں اور زبانوں نے ہمارے خلاف لکھا اور کہا۔

جو خود ان کے واسطے موجب ذلّت و ندامت و سببِ حسرت ہؤا۔

پاداشِ ظلم

غیر مبائع گروہ میں سے بڑا حصہ اول میرزا محمد سلطان نے لیا۔ اور خدا تعالےٰ نے آخر اس کو ایک خطرناک اور مہلک بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اور عرصہ دراز تک گوناگوں تکالیف میں معذب رہا۔ اسی حالت میں ایک لڑکا سل کی مرض سے فوت ہؤا۔ اور اس کے صدمہ کے بعد میرزا محمد سلطان بھی نہایت دکھ اور تکالیف برداشت کرتا ہؤا فوت ہؤا۔ اور اس کے بہت جلد بعد ایک نوجوان لڑکا محمود بھی جوانا مرگ مرا۔ اور یہ خاندان کیفر کردار کو پہونچا دیا گیا۔

دوسرا دشمن عنید مستری میاں محمد مکی تھا جس نے اخبار سرحد پشاور میں ایک نہایت گندہ اور گالیوں کا پلندہ شائع کیا۔ اور ہمارے تمام احسانات کو فراموش کر گیا۔ آخر کار خدا تعالےٰ نے اس سفید ریشی میں ایک شرمناک جرم افیون فروشی میں گرفتار کرا دیا۔ اور جن ہاتھوں نے قلم گھڑ کر ہمارے خلاف کذب و بہتان اور سب و شتم کو اشاعت دی تھی۔ ان کو ہتھکڑیاں پہنا دیں۔ اور ہم نے بچشمِ خود یہ نظارہ دیکھا۔ اور ایک سال اس کو جیل میں ڈال دیا۔ یہ اس ناپاک نیت کا پھل تھا۔ جو اس کو ملا۔ یہ خدا کی اس غیرت کا ثبوت تھا۔ جو اس نے ایک مظلوم احمدی مومن کے واسطے دکھایا۔

اہل بصیرت کے واسطے یہ تمام واقعات جدا جدا آیات اللہ ہیں۔ اور ہماری صداقت اور بریت پر ایک خداوندی مہرِ تصدیق ہے۔ اور مخالفوں کے جھوٹے ہونے کا ثبوت ہے۔ کیا ایک اہل دل ان سب واقعات کو صرف اتفاق کہہ سکتا ہے۔ ہاں وہی کہہ سکے گا۔ جو خدا کا منکر اور دہریہ ہو۔

فصلِ پنجم

امیر امان اللہ خان کی سیاحت یورپ اور اسکے بد نتائج

امیر امان اللہ خان اپنے ملک میں بظاہر امن وامان دیکھکر اس بات کا شائق ہوا۔ کہ یورپ کا سفر کیا جاوے۔ اور وہاں کے حالات سے واقفیت حاصل کی جاوے۔ اور واپسی پر ملک میں وہی اصلاحات جاری کی جاویں۔ اس سیاحت کے واسطے جلدی کا حکم دیا۔ سردار محمد ولی خاں ازبک کو اپنا نائب السلطنت مقرر کیا۔ اور خود سارا انتظام مکمل کر کے مارچ ۱۹۲۸ء میں براہ قندھار چمن۔ کوئٹہ۔ دہلی۔ بمبئی۔ یورپ روانہ ہوا۔ ہندوستان میں اس کا نہایت شان وشوکت سے استقبال ہوا۔ ہندوستان سے نکل کر ایک مسلمان بادشاہ ہو کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا خیال تک دل میں نہ لایا۔ اور سیدھا بحر قلزم میں سے جدہ کے پاس سے گزر کر مسولینی کی دعوت پر سیدھا اطالیہ جا پہونچا۔ وہاں سے فرانس گیا۔ فرانس سے لندن۔ لندن سے جرمنی۔ جرمنی سے روس اور روس سے براہ بلقان ومملکت ترکیہ۔ ایران آیا۔ اور ایران سے براہ مشہد وہرات افغانستان میں داخل ہوا۔ ہر ایک ملک نے اپنی قوت اور طاقت کی حیثیت سے پورا پورا استقبال کیا۔ اور حق مہمان نوازی ادا کیا۔ اور اس کی وہ عزت کی۔ جو کسی کے خواب وخیال میں بھی نہ تھی۔ اور عروج واقبال کے بلند مقام پر جا کھڑا کر دیا۔ اس سیاحت پر پانچ

کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ ایران سے بعد فراغت براہ مشہد ہرات جب کابل پہونچا۔ تو آتے ہی پغمان ہیں لوی جرگہ (اجتماع عظیم) بلوانے اور جشن استقلال افغانستان منانے کے احکام جاری کر دیئے۔ اور سیر و سیاحت یورپ سے جو آزادانہ خیالات دل میں اٹھے تھے۔ اور جن کے اصلاحات کا اس نے کمال پاشا سے بدوران ملاقات تذکرہ کیا تھا۔ (زوال غازی صد ۳۳ و ۳۹) ان کو عملی ترویج اور رنگ دینے کے واسطے اس نے اقدام شروع کیا۔ اور وُہ اس طرح ہؤا۔

(۱) سب سے پہلے اس نے وزیر اعظم یا صدر اعظم کے عہدہ کو منظور کیا اور کسی مناسب شخص کے انتخاب کا فکر ہؤا۔ وزراء السلطنت میں باہم کشمکش شروع ہوئی۔ اور ہر شخص اپنے استحقاق پر غور کر رہا تھا۔ اور امیدوار تھا کہ وہ منتخب ہوگا۔ امیر امان اللہ خان نے سب کی خدمات جلیلہ کو نظر انداز کر کے ایک ایسے شخص سردار شیر احمد خان کو چن لیا۔ جو کسی صورت میں بھی اس عہدہ کے واسطے اہل اور مستحق نہ تھا۔ یہ شخص اس وقت صدر یا رئیس مجلس شورائے ملی تھا۔ وزراء اس بات پر اپنے بادشاہ سے اور بادشاہ کو اپنے وزراء سے اختلاف شدید پیدا ہؤا۔ اور دل ہی دل میں باہم کشمکش شروع ہو گئی۔ (زوالِ غازی صد ۴۷-۵۲)

(۲) جس وقت بادشاہ وطن میں داخل ہؤا۔ تو ممالک سمت مشرقی (جلال آباد) اور سمت جنوبی (خوست) میں اس کے عقائد اور چال چلن کے بارہ میں مختلف افواہیں پھیل رہی تھیں۔ اور رعیت کے دماغی توازن کو خراب کر رہی تھیں۔

(۳) امیر امان اللہ خان نے صوبہ جات افغانستان میں اعلان جاری

کرایا۔ کہ وہ اپنے نمائندے جشنِ استقلال افغانستان میں بغرض شمولیّت روانہ کریں۔ بادشاہ نے خزانہ شاہی سے ان کے واسطے سوٹ بوٹ تیار کر رکھے تھے۔ اور کابل آنے پر ان کی داڑھیوں کی قطع و برید شروع کردی (زوالِ غازی صـ۴۶ و ۵۵ و ۵۹)

(۴) نمائندگانِ ممالک کے آنے پر جو جو وزراء ان کے مہمان داری پر مقرر ہوئے تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے نفرت کے سبب اعلیحضرت امیر کے عقائد و اخلاق و چال چلن اور مغربی اصلاحات کے خلاف ان کے کان بھر دیئے۔ اور ان کو خوب پڑھایا۔ کہ جشن میں لوی جرگہ کے وقت تو بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملا دو۔ مگر واپسی پر اپنے علاقہ کے لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کر دو۔ چنانچہ ان نمائندگان نے واپسی پر رعیت کو بادشاہ کے خلاف خوب مشتعل کیا۔ جس کا نتیجہ وہ بغاوت ہوئی جس سے بادشاہ کو تخت و تاج سے محروم کر دیا۔ (زوالِ غازی صـ۴۵ و ۴۶ و ۵۵)

(۵) اعلیحضرت امیر نے جلتی پر خود تیل ڈالا۔ کہ جب نمائندگان ملک پغمان میں موجود تھے۔ تو حکم دے دیا۔ کہ عورتیں برقعہ اور دولاق کو ترک کر دیں۔ اور ہلکی برقعہ پہننا شروع کر دیں۔ اور اپنے خاندان اور اپنے امراء کی مستورات کو یورپین لباس میں لوگوں کے سامنے بے پردہ باغات اور سیر گاہائے پغمان میں برہنہ رُو پھرنے کی اجازت یا حکم دیدیا (زوال غازی صـ۵۶)

(۶) عام مردوں کو حکم مل چکا تھا۔ کہ وہ انگریزی لباس اور ہیٹ کا استعمال کریں۔ اور جو نہ پہنتا۔ اس کو جرمانہ کر کے وصول کیا جا دے؛ (زوال غازی صـ۵۷)

(۷) بیرق یعنی علمِ افغانستان جس پر مسجد۔ محراب اور منبر کی تصویر کا نقش ہوتا ہے اس کے ترک کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ نمائندگان نے کہا۔ کہ ہمارا ملک اسلام کا ہے۔ آخر جھنڈا پر کچھ تو علامات اسلامی ہونی ضروری ہیں۔ تو اللہ اور محمد کے نام ہی سہی۔ امیر امان اللہ خان نے بصد اصرار و لجاجت اللہ کا نام منظور کیا۔ مگر محمد کے نام سے انکار کر دیا (زوالِ غازی صـ ۶۲، ۶۳)

(۸) اگرچہ قرآن کریم نے عند الضرورت چار تک نکاح کرنے کا حق ایک مسلم کو دیا ہے۔ مگر امیر امان اللہ خان نے بہ تقلید یورپ صرف ایک بیوی رکھنے کا حکم دیدیا۔ اور بقایا کو طلاق دینے پر اصرار کیا۔ (زوالِ غازی صـ ۶۳، ۶۴)

(۹) ملک میں عام افواہ پھیل گئی۔ کہ امیر امان اللہ خان سیدنا حضرت محمد کو خدا تعالےٰ کا نبی اور رسول نہیں مانتا۔ اور قرآن کریم کو ان کا خود ساختہ کلام کہتا ہے۔ (زوالِ غازی صـ ۷)

(۱۰) ملک میں یہ افواہ بھی تھی۔ کہ بوقت سیاحت اطالیہ امیر امان اللہ خان پوپ آف روم کے ہاتھ پر اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہو چکا ہے۔ اور ایڈیٹر اخبار احسان لاہور آقا مرتضیٰ احمد خان نے تو یہاں تک پتہ لگایا۔ کہ امیر امان اللہ خان کا عیسائی نام جارج تھا۔ اہل ملک نے صاف کہدیا۔ کہ وہ خائن اور غدار ہے۔ اس کے کفر میں شبہ نہیں۔ (دیکھو اخبار احسان لاہور مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۳۵ء جلد ۱ نمبر ۱۴۱)۔

(۱۱) بادشاہ نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ دور قدیم (پابندی شریعت) ختم ہو چکا ہے۔ اور دور جدید (آزادی از مذہب) شروع ہو چکا ہے۔ ملک کی لڑکیوں کو ممالک یورپ میں بغرض تعلیم بھیجتا ہوں۔ ایک سے زائد بیویاں نہ ہوں گی۔ میری حکومت میں عورتیں آج سے آزاد ہیں۔ اور میرا قانون ہر طرح ان کی حفاظت

کرنے کے لئے تیار رہے۔ اور وہ عدالت سے ظالم شوہروں سے طلاق حاصل کر سکتی ہیں۔ (زوال غازی ص۶۸ و ۶۹)

(۱۲) ملکہ ثریا کے بارہ میں مشہور ہو چکا تھا۔ کہ ان کی لونڈی سے قرآن کریم گر گیا۔ اور اس نے اٹھا کر چوما۔ تو ملکہ ثریا نے کہا۔ کہ یہ پرانی کتاب کے اوراق ہیں۔ اس کو کیا چومتی ہو۔ دنیا میں اس سے بہتر کتابیں موجود ہیں۔ یہ باتیں بھول جاؤ۔ اور انسانیت سیکھو (زوال غازی ص۷۱)

(۱۳) بادشاہ عند الملاقات نمائندگانِ وطن اور علماء سے ملے۔ تو انگریزی لباس زیب تن تھا۔ اور سر پر سے ہیٹ اتار کر بغیر سلام علیکم کہنے کے یورپین طرز سے ملاقات شروع کی۔ اور مصافحہ کرتے چلے گئے۔ اور جس وقت ملا چکنور صاحب سے مصافحہ کیا۔ جو افغانانِ سرحد کا مشہور رہنما اور عالم اور پیشوا ہے۔ تو اس کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ بادشاہ نے اس کو کہا۔ کہ یہ کیا اونٹ کی لینڈنیوں سے کھیل رہے ہو۔ کسی نے کہا۔ کہ حضور یہ تو ملا صاحب چکنور تھے۔ تو امیر امان اللہ خان نے ترش رو ہو کر کہا۔ کہ کوئی بھی خرس (ریچھ) ہو فکر نہیں۔ ہم ان کو درست کریں گے۔ (زوال غازی ص۴۲)

سبحان اللہ کیا عجیب بات ہے۔ کہ جن علماء کے فتووں سے ڈر کر امیر امان اللہ خان نے مظلوم اور بے گناہ احمدیانِ کابل کو کافر اور مرتد کہا۔ اور ان کو سزائے قتل و رجم دی۔ آج ان علماء کو خود امان اللہ خان کیا کہہ رہا ہے۔ اور وہ امیر امان اللہ خان کو کیا فتویٰ سنا رہے ہیں۔ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیا خوب فرمایا۔ کہ من قال لاخیہ کافر فقد باء باحدھما یعنی جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا۔ تو دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو جاتا ہے۔ پس امیر نے مظلوم احمدیوں کو کافر اور مرتد کہا تھا۔ اور آج اس کو خود ہر ایک

کافر اور مرتد قرار دیتا ہے۔ صدق اللہ و رسولہ؁

فصل ششم

حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ کا خروج اور امیر امان اللہ خان کا فرار

حبیب اللہ عرف بچہ سقہ

کابل سے بجانب ترکستان غالباً دس بارہ میل کے فاصلہ پر علاقہ کوہ دامن میں ایک قصبہ آباد ہے۔ جس کو خواجہ سرائے کہتے ہیں۔ اسی قصبہ کا حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ ولد عبدالرحمٰن باشندہ تھا جو بغاوت منگل کے ایام میں اس خاص فوج میں کپتان تھا۔ جو بغاوت فرو کرنے کے واسطے بھرتی ہوئی تھی۔ اور عرصہ تک خوست میں رہی۔ اور جب خوست سے واپس آئی۔ تو کابل میں ارک شاہی میں متعین ہوئی۔ اور ان کو رخصت نہ ملتی تھی۔ کہ فوجی گھروں سے ہو آیا کریں۔ اس واسطے بعض فوجی پوشیدہ طور پر گھر چلے جاتے۔ اور ہو آتے۔ حبیب اللہ بھی بلا اجازت ایک دفعہ گھر چلا گیا۔ اس بات کا علم اس کے افسروں کو ہو گیا۔ تو انہوں نے اس کو بلا اجازت جانے کے سبب فوج سے موقوف کر دیا۔ اور اس کی گرفتاری کا حکم دیدیا۔ جب سپاہی گرفتار کرنے خواجہ سرائے گئے تو حبیب اللہ پاس کے پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔ دن کو غاروں میں وقت گزارتا۔ اور رات کو رہزنی شروع کر دی۔ اور اس طرح حبیب اللہ کپتان فوج کی بجائے رہزن بن گیا۔ اور رفتہ رفتہ دوسرے فراری بھی اس کے ساتھ مل گئے

اور ایک جتھہ ہو گیا۔ اور کوہ دامن کے ارد گرد دیہات میں ڈاکے ڈالتا۔

اسی طرح چاری کار نامی قصبہ میں سے جو خواجہ سرائے سے دس پندرہ میل اور شمال کو واقع ہے۔ ایک شخص سید حسین نامی فراری ہوا۔ اور اس نے اپنے قصبہ کے سامنے پہاڑوں میں پناہ لی۔ اور اس نے بھی ایک جتھہ تیار کیا۔ اور وہ بھی ڈاکے ڈالا کرتا تھا۔

آخرکار حبیب اللہ اور سید حسین باہم مل کر کابل پر ڈاکے ڈالنے کی تجاویز کرنے لگے۔ اور باغ بالا تک بڑھنے لگے۔ کابل کی افواج وقتاً فوقتاً حبیب اللہ کے جتھے کا پیچھا کیا کرتی۔ مگر چنداں کامیابی نہ ہوئی۔

آثار بغاوت انہی ایام میں سمت مشرقی علاقہ جلال آباد میں شہری لوگوں نے افغان لڑکیوں کے یورپ کو روانگی بغرض تعلیم کو برا منایا۔ اور بغاوت برپا کر دی۔ اور رفتہ رفتہ سمت مشرقی اور سمت مغربی میں کامل بغاوت کا اثر پھیلنے لگا۔ (دیکھو زوالِ غازی صفحہ ۲۰) سمت جنوبی تو پہلے ہی سے مشتعل ہو رہا تھا۔

بچہ سقہ کا کابل پر حملہ ان باتوں کو سنکر حبیب اللہ بچہ سقہ اور بھی دلیر ہوا اور سید حسین کو ساتھ لیکر اکتوبر ۱۹۲۸ء میں کابل پر چڑھائی کی غرض سے روانہ ہوا۔ اور تین چار سو راہزن ساتھ تھے۔ پہلے باغ بالا میں اور پھر وہاں سے دہ افغانان تک جا پہونچا۔ جو شہر کابل کا ہی ایک حصہ ہے۔ اور افواج سرکاری بمشکل اس کو پسپا کر سکیں۔ جشن پغمان ۱۹۲۸ء کے بعد تو شہر کابل کے باشندے اور وزراء اور امراء سب امیر امان اللہ خان سے بگڑے ہوئے تھے۔ اور اس سے بیزار ہو رہے تھے۔ اس واسطے حبیب اللہ کو یہ ایک زرین موقع ہاتھ آ گیا۔ اور امیر امان اللہ خان کے مخالف فریق نے اس کو امیر حبیب اللہ

خادم دین رسول اللہ اور غازی اور مجاہد کے خطابات دیدیئے (زوال غازی ص۲۱)
جس سے حبیب اللہ کے حوصلے اور بھی بڑھے۔ اور حملوں پر حملے شروع کر دیئے۔
جس کی تفصیل عزیز ہندی نے زوال غازی صفحات ۲۱ لغایت ۴۰ ۳ تک کی
ہے۔ افواج امانیہ نے جو مدافعت کی ہے۔ اس کے حالات بھی دلچسپ پیرایہ میں
لکھے ہیں۔ جو قابل دید اور لائق عبرت ہیں۔

امیر امان اللہ خان کا تہور بچہ سقہ کے حملوں کے وقت امیر امان اللہ خان پر جو
گھبراہٹ کی حالت تھی۔ اس کے بارے میں عزیز
ہندی لکھتا ہے "کہ امیر امان اللہ خان بہادر تو ضرور تھا۔ مگر صاحب تہور نہ تھا۔ اے
کاش کہ وہ بہادری کے ساتھ صفتِ تہوری سے بھی آشنا ہوتا۔ تو یقیناً افغانستان
کا تاج و تخت ابھی تک اس کے سر کا زیب و زینت ہوتا" پھر کہتا ہے۔ کہ غازی
امان اللہ خاں میں جوہر تہور کی کمی نے آخری شکست کے فوری اثر سے نجات پانے
کی مہلت نہ دی۔ واقعات کی رفتار تیزی سے اپنے خلاف پا کر اس کی رہی سہی کمر ہمت
بھی ٹوٹ گئی۔

غازی امیر امان اللہ خاں کا فرار عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ اس وقت جو اس
کے دل و دماغ پر خیالات چھائے ہوئے
تھے۔ وہ یہ تھے۔ کہ سمت شمالی کے باغی کل تک کابل کی چار دیواری کے نیچے پہنچ
جاویں گے۔ میری فوج میری طرف سے بالکل نہیں لڑتی۔ پھر اگر وہ کل ہی کابل
پہنچ جاویں۔ تو میرا کیا حشر ہوگا۔ مجھے وہ گرفتار کرتے ہی مار دیں گے۔ مجھے ضرور جان
بچا کر فوراً ہی نکل جانا چاہیئے۔ آہ! مگر کس طرف جان بچا کر جاؤں۔ سمت شمالی باغی
سمت مشرقی باغی۔ سمت جنوبی اسے بھی باغی ہی سمجھو۔ ترکستان آہ! مگر میں تو اپنے
بال بچوں کو قندھار بھیج چکا ہوں۔ میرے ترکستان کی طرف نکل جانے سے نہ معلوم

ان کا کیا حشر ہوگا - اور یقیناً وہ رہی سہی ہمدردی جو قندھاریوں کو بوجہ ہم قومی کے مجھ سے ہو سکتی ہے - وہ بھی نہ رہے گی - اس سے قطع نظر ترکستان میں جا کر کیا کرونگا وہاں تمام غیر افغان قومیں رہتی ہیں - مجھکو بھگوڑا سمجھکر نہ معلوم کس قسم کا سلوک کریں نہیں نہیں مجھے ایسی دور و دراز جگہ نہ جانا چاہیئے - اور پھر وہاں پہونچ بھی کیسے سکتا ہوں - اگر غیر از سمت شمالی دوسری راہ بھی اختیار کروں - تو موٹر کی راہ اس طرف بھی نہیں ہے - ہوائی جہاز - آہ!

یہ میرے لئے خاصکر پُر خطر کھیل ہے - ہاں ہاں بس یہی سواری ٹھیک ہے تو پھر کیا قندھار کا رُخ کروں - بے شک بے شک وہیں!

" آج سارے افغانستان میں امان اللہ خان کے لئے بجز اس کے اور کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے - مگر غزنی اور قندھار کا راستہ مسدود ہوچکا ہے - اوہ اس کی مجھے پرواہ نہیں کرنی چاہیئے - برفوں کو ہٹا کر راستہ بنالیا جا سکتا ہے - تو پھر کیا ابھی چل دوں - نہیں نہیں - صبح ہونے تک انتظار کرنا پڑے گا - اور ارغندی تک تمام فوجیں ہی فوجیں ہیں - مجھے دیکھکر شک نہ کرلیں - اور بچہ سقہ کی بجائے وہی میری مشکیں نہ کس لیں "

کابل میں آخری رات

اس رات ان خیالات کی موجوں کی آغوش میں غازی امان اللہ خان کے عروج و اقبال کا ستارہ غروب اور فنا ہو رہا تھا - اس نے اس رات ایک لمحہ بھی آرام نہیں کیا - بلکہ اپنے بھائی سردار عنایت اللہ خان معین السلطنت کو اس وقت اپنے پاس بلا کر اپنا عندیہ اس سے ظاہر کیا - اور بکمال منت و الحاح اس بات پر راضی کیا - کہ وہ ایسے نازک وقت میں افغانستان کی بادشاہت قبول کرے " (زوال غازی صفحہ ۳۳۶ و صفحہ ۳۳۷)

غازی امان اللہ کا فرار

عزیز ہندی کہتا ہے۔ کہ نہ معلوم اس رات دونوں بھائیوں کے درمیان کیا کچھ سرگوشیاں ہوتی رہیں۔ مگر نتیجہ یہ تھا۔ کہ صبح ہوتے ہی غازی امان اللہ خان ایک تیز رفتار موٹر پر قندھار کی طرف رخصت ہو چکا تھا۔ اور کسی کو کانوں کان تک خبر نہ تھی "

سفر کی بدشگونی

عزیز ہندی کہتا ہے۔ کہ غازی امان اللہ خان نے جس موٹر کو منتخب کیا (۱) اس میں پٹرول نہ تھا۔ نہ دوسرے شاہی موٹروں میں پٹرول تھا۔ اور نہ پٹرول مل سکتا تھا۔ (۲) آخر تھوڑے سے پٹرول کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور موٹر روانہ ہوتے ہی الٹ گئی۔ (۳) اس کا اصل موٹر ڈرائیور جو ہندوستانی تھا۔ دو دن قبل اپنے سرکاری موٹر میں مردہ پایا گیا۔

" غازی امان اللہ صرف دو گیلن پٹرول کے ساتھ روانہ قندھار ہوا۔ معزول بادشاہ کا اس بے سر و سامانی کے ساتھ نکلنا اس کی بے انتہا مایوسی اور گھبراہٹ کا صاف پتہ دیتا تھا۔ دار السلطنت اور اس کے ارد گرد میں وہ اپنے لئے پناہ کی کوئی جگہ نہ پاتا تھا۔ اور معتمد سے معتمد ترین شخص پر سے اس کا اعتبار وغیرہ سب اٹھ چکا تھا" (زوال غازی صہ ۳۳۹)

آہ! جس تاج و تخت کے واسطے اس نے تین مظلوم احمدی قربانی کے بکرے بنائے وہ تاج و تخت آخر چھینا گیا۔ سچ ہے۔ تؤتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء بیدك الخیر انك علی کل شیء قدیر۔ یعنی اے خدا جس کو تو مناسب خیال کرے۔ اس کو تاج و تخت دیتا ہے۔ اور جس سے تو مناسب خیال کرے۔ مملکت چھین لیتا ہے۔ تمام خیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور تو ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ غازی امان اللہ خان نے اپنے آپ کو معزول کر لیا۔ اور دوشنبہ کے دن صبح ۸ بجے ۳ ار شہر شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۴ ار جنوری ۱۹۲۹ء کو اپنی حکومت

سے دست برداری کے کاغذ پر دستخط کر دیئے۔ اور شہر کابل کو ہمیشہ کے واسطے خیر باد کہدیا" (دیکھو زوالِ غازی صفہ ۳۴) فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خدا کے فرستادہ حضرت احمد قادیانیؑ نے کیا سچ فرمایا تھا۔ کہ

مجھ سے جو ہوگا الگ وہ جلد کاٹا جائے گا۔

ہو وہ سلطاں یا کہ قیصر یا ہو کوئی تاجدار

ترکِ افغانستان وسفر اطالیہ

عزیز ہندی کہتا ہے۔ کہ غازی امان اللہ خان کو راستہ میں ایک لاری سے پٹرول مل گیا۔ اور سیدھا غزنی اور وہاں سے مقر اور قندھار جا پہونچا۔ وہاں پہونچکر اس کو پتہ لگا۔ کہ سردار عنایت اللہ خان بھی تیسرے دن ۵ر شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ کو کابل چھوڑ چکا ہے۔ تو اس نے دوبارہ اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ مگر دول خارجہ نے اس کی دوبارہ اعلانِ شاہی کو تسلیم نہ کیا۔ اور اس بات کو غالبًا اس کی تلون مزاجی اور عدم استقلال پر محمول کیا۔ کچھ سامانِ حرب اور فوج مہیا کر کے قندہار سے مقر کی طرف بڑھا۔ اور جنگ شروع کر دی۔ مگر غازیوں کے ایک ہی حملہ نے اس کی رہی سہی توقع پر پانی پھیر دیا۔ اور افواج ہنوز مصروف جنگ تھیں۔ کہ غازی امان اللہ خان میدان جنگ سے کھسک گیا۔ اور قندھار آکر بال بچوں کو ساتھ لیا۔ اور سیدھا سرحد چمن بلوچستان کا راستہ لیا۔ اور سرحدات ہندوستان میں آکر دم لیا۔ اور براہِ کوئٹہ اور دہلی بمبئی میں آن پہونچا۔ چند روز ٹھہر کر جہاز میں سوار ہو کر اطالیہ کا راستہ لیا۔ اور اب وہاں آرام سے قیام پذیر ہے۔ (زوالِ غازی صفہ ۳۹ و صفہ ۴۰) بقولے:۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن

بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے ؎

فصلِ ہفتم

سردار عنایت اللہ خان کا عزل اور حبیب اللہ بچہ سقہ کا نصب

سردار عنایت اللہ خان جو امیر حبیب اللہ خان کا فرزند اکبر اور مقرر شدہ ولیعہد تھا۔ امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد سب سے پہلے خود اس کے چچا اور خسر سردار نصر اللہ خان نے تاج و تخت سے محروم کر دیا تھا۔ پھر امیر امان اللہ خان نے سردار نصر اللہ خان کو معزول کر کے خود تاج و تخت کو اختیار کیا۔ اور سردار عنایت اللہ خان کو محروم ہی رکھا۔ اب امیر امان اللہ خان نے اپنے معزول ہونے پر اس کو تاج و تخت سپرد کر دیا۔ مگر اس کی حکومت صرف دو شنبہ اور سہ شنبہ تک محدود رہی۔ چہار شنبہ ۵ رشعبان ۱۳۴۷ھ بذریعہ حضرت شیر آغا مجددی آرک شاہی میں بحق حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ تخت افغانستان کو ترک کر کے دست بردار ہو گیا۔ اور کابل سے باجازت بچہ سقہ اور بامداد سفیر برطانیہ برطانوی ہوائی جہاز پرواز کر کے پشاور صدر میں نزول فرمایا۔ اور ڈین ہوٹل میں دم لیا۔

خروج از کابل کا معاہدہ عزیز ہندی نے واقعاتِ عزل سردار عنایت اللہ خان اس طرح لکھے ہیں۔ کہ بالآخر بچہ سقہ اور سردار عنایت اللہ خان کے ثالثوں کی طرف سے یہ طے پایا۔ کہ یکہ وزہ بادشاہ اپنے اہل و عیال اور متعلقین سمیت مامون ہے۔ اگر وہ افغانستان میں رہنا چاہے

تو اس کا وہی درجہ اور مرتبہ ہوگا۔ جو امان اللہ خان کے عہد میں تھا۔ لیکن اگر وہ افغانستان میں نہ رہنا چاہے۔ تو وہ بحفاظت تمام ہندوستان کی طرف جا سکتا ہے۔ اس دوسری صورت میں وہ خزانہ سے تین لاکھ روپے سے زیادہ نہیں لے جا سکتا۔ اور اس کی جملہ جائداد جاگیر حکومت سقاوی ضبط نہ کرے گی (زوال غازی صـ۳۵۲)

عزیز ہندی کہتا ہے۔ کہ سردار عنایت اللہ خان نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ ان لوگوں پر اعتبار مشکل ہے۔ اور یہی بہتر ہوگا۔ کہ بال بچوں سمیت جان بچا کر افغانستان سے نکل جاوے۔ اور اسی غرض سے انگریزی سفارت خانہ سے استمداد کی سفیر برطانیہ نے ہوائی جہاز کا انتظام کر دیا۔ معین السلطنت سردار عنایت اللہ خان تیسرے دن ۱۶ر جنوری ۱۹۲۹ء کو ارک شاہی سے نکل کر دس بجے صبح میدان طیارہ کابل میں جا پہونچا۔ اور باجازت سفیر برطانیہ ہوائی جہاز میں سوار ہو کر پشاور کے میدان طیارہ میں آن پہونچا۔

سردار عنایت اللہ خان کا اضطرار

عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ جب معین السلطنت نے ارک شاہی کے پچھلے دروازہ سے قدم باہر رکھا۔ تو فرط الم سے اس پر بے حد رقت طاری ہو رہی تھی۔ اور بالآخر جب اس سے نہ رہا گیا۔ تو لوٹ کر دروازہ سے چمٹ گیا بری طرح رو دیا۔ اور جب میدانِ طیارہ میں پہونچا۔ تو اس وقت بھی اس کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ سفارت برطانیہ کے تمام اعضاء ایک سوگوارانہ نمائش کے ساتھ پہلے سے ہی موجود تھے۔ بے شک یہ ایک عجیب سوگوارانہ منظر تھا۔ جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ کئی آنکھیں اشکبار تھیں۔ اور کئی دل اس دن خون ہو رہے تھے۔ (زوال غازی صـ۳۵۳)

ورودِ پشاور خاکسار راقم الحروف ایام خلع کابل میں گورنمنٹ ہوس پشاور میں عہدۂ نظارت پر سرفراز تھا۔ اور کابل آنے جانے والے جہازوں پر مقرر تھا۔ اور میدان طیارہ پشاور میں مسافروں کے واسطے موٹروں اور لاریوں کا انتظام اور سامان اٹھوانے کا بندوبست کیا کرتا تھا۔ جس دن یعنی ۱۶ ر جنوری ۱۹۲۹ء کو جب سردار عنایت اللہ خان پشاور آنے والے تھے۔ تو پشاور سے تین بڑے بڑے جہاز کابل روانہ ہوئے۔ اور ایک بجے کے قریب واپس آئے۔ اور سردار عنایت اللہ خان بمعہ عیال و ہمراہیان و سامان آن پہونچے۔

واقعہ عبرت خاکسار نے سردار عنایت اللہ خان کو یا تو اس وقت دیکھا تھا۔ جبکہ وہ ۱۹۰۴ء میں کابل سے ہندوستان آیا تھا۔ اس وقت وہ ایک بے ریش و بروت نوجوان تھا۔ یا اب دوبارہ ۱۹۲۹ء میں دیکھا۔ کہ وہ ایک درمیانہ قد کا پچاس سالہ مرد تھا۔ جس کی ریش سفید تھی۔ اور فرنچ کٹ تھی۔ اور سر پر سفید پگڑی ململ کی باندھی ہوئی تھی۔ جہاز سے اتر کر نہایت حسرت سے آسمان کی طرف سر اٹھا کر نگاہ کی۔ اور سب ساتھی اور حاضرین سن ہو گئے اور سب پر رقت کی حالت طاری ہو گئی۔ اور پھر موٹروں میں سوار ہو کر ڈین ہوٹل کا راستہ لیا۔

حضرت احمد مسیح موعودؑ کا ایک خادم جس کو ان واقعات سے آغاز سے دلچسپی تھی۔ خاموش کھڑا اس نظارے کو دیکھ رہا تھا۔ کہ خدائے غیور نے کس طرح امیر عبدالرحمن خان کی اولاد کو اُن کے ظلم و ستم کے باعث عبرتناک سزا دی۔ اور خدائے قدوس کی حمد اور استغفار کر رہا تھا۔

قیامِ ایران چند دن پشاور رہ کر براہ کوئٹہ قندھار روانہ ہوا۔ لیکن وہاں

بھی ناکام ہو کر واپس بمبئی چلے گئے۔ اور وہاں سے بغداد اور بعدہٗ طہران ایران چلے گئے۔ اور اب وہاں قیام فرما ہیں۔

عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ تین لاکھ روپے بچہ سقہ کی اجازت سے ساتھ لے گیا۔ کہتے ہیں۔ اس کی بیگم کے بدن پر جو چمڑے کا کوٹ تھا۔ اس میں تمام پونڈ اور نوٹ سلے ہوئے تھے (زوال غازی ص۳۵۷)

حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ کا فاتحانہ ورود کابل

عزیز ہندی کہتا ہے۔ کہ معین السلطنت کے جانے کے بعد ارک شاہی سے علم خاندان امیر عبدالرحمٰن اتار دیا گیا۔ اور غلام دستگیر خان قلعہ بیگی نے اپنے محصور فوجی دستوں کو غیر مسلح کر کے اس انتظار میں تیار بیٹھا یا تھا۔ کہ ارک کو فاتح کے حوالے کر دے۔ خود بچہ سقہ باغ بالا سے ریاست کابل یعنی گورنری کی جگہ جو ارک سے بمشکل ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ہوگا۔ آچکا تھا۔ مگر قلعہ شاہی کے قبضہ لینے کا کام سید حسین کے ذمہ کر دیا تھا۔ چنانچہ سید حسین کی آمد اور اس کے قلعہ کو تصرف حاصل کرنے کے عبرت آموز نظارے دیکھنے کے لئے کثیر در کثیر تعداد میں لوگ مشرقی اور جنوبی دروازوں پر جمع ہو رہے تھے۔ بالآخر چار بجے شام کے قریب سید حسین بمعہ سٹاف کے آیا۔ اور اس نے قلعہ بیگی سے ارک کی تحویل میں لینے کی کارروائی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد قلعہ بیگی اپنے غیر مسلح دستہ ہائے فوج کو جمع کیا۔ اور باجہ بجاتا ہوا ارک سے باہر نکل گیا۔ وہ خود سیاہ جھنڈیوں کے ساتھ فوج کے سر پر تھا۔ اور باچشم زار رومال کو آنسوؤں سے تر کر رہا تھا۔ ابھی ارک کے جنوبی دروازہ سے چند قدم باہر نکلا ہی تھا۔ کہ سب کی توقع اور امید کے برخلاف بچہ سقہ

چند مسلح موٹروں کے ہمراہ ارک کے داخلہ کی نیت سے سامنے آتا دکھائی دیا۔ بیچارے غلام دستگیر خان کے لئے یہ ایک نہایت صعب وقت تھا۔ کہ اس کا دل اپنی حکومت کے زوال پر غم والم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ ایسے وقت میں اس کے دشمن فاتح کا دفعتہً سامنے سے نمودار ہو جانا اور اس کے رسمی فرائض میں ناقابل برداشت اضافہ کرنے والا تھا۔ کہاں وہ ماتمی نوحوں کے کیف سے ہم آغوش تھا۔ اور کہاں اسے دفعتہً ان نوحوں کو بند کر کے بچہ سقہ کی فتح مندی کا ترانہ گا کر شاہی سلامی اتارنی پڑی۔ اس کے دل پر ایسا کرنے سے کیا کچھ گذر گیا ہوگا۔ اس کا اندازہ بیان قلم سے مشکل ہے۔ (زوال غازی ص۳۵۹)

کابلیوں کا تلوّن مزاج

عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ آہ یہ بھی عجیب عبرت خیز سماں تھا۔ لوگوں کے یہی گروہ ابھی چھ ماہ نہیں گذرے۔ کہ افغانستان کو غازی امان اللہ خان کی خدمات کے صلہ میں اس کی نسل کو بخش چکے تھے۔ اور اس عہدہ کو برقرار رکھنے کے لئے پابند و مسئول بنا چکے تھے۔ اور یہی وہ لوگ تھے۔ جو صرف ایک دو دن قبل معین السلطنت سردار عنایت اللہ خان کو اپنا ہاتھ دے چکے تھے۔ اور آہ آج وہ یہی لوگ ہیں۔ جو بچہ سقہ کو اپنا بادشاہ بنا رہے ہیں۔ کیا یہ محض طاقت کی کرشمہ نمائی نہیں ہے اور کیا طاقت اس سے پیشتر بھی انسانیت کے لئے ذلت اور لعنت آفرین ہو سکتی ہے۔ (زوال غازی ص۳۶۱)

کہتے ہیں۔ کہ جب ملک مصر کی حکومت ہارون رشید خلیفہ بغداد کے ہاتھ آئی تو اس نے اپنا ایک بدترین صورت کا ایک حبشی غلام دیکھا۔ اور اس کو وہاں کا حاکم بنا دیا۔ کسی نے خلیفہ سے پوچھا۔ کہ یہ کیوں کیا۔ اس نے کہا۔ کہ اس

ملک مصر کی حکومت پر فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ میں نے اس واسطے یہ ملک ایک ادنےٰ ترین اور بدصورت غلام کو دیدیا۔ تاکہ فرعون کی ذلت کروں۔ پس تخت افغانستان پر بچہ سقہ کی حکومت کا ہوجانا دراصل امیر امان اللہ خان کی انتہائی ذلت اور تذلیل تھی۔ خدا تعالےٰ کی بات سچ ثابت ہوئی۔ انی مھین من اراد اھانتک۔

فصل ہشتم

خدائے غیور کا مجرمانِ احمدیت سے ہیبتناک انتقام

ہمارے غیور خدا نے جس طرح اور جس رنگ میں مجرمانِ احمدیت کی سرزمین افغانستان میں گرفت کی۔ اور ان کو ان کے مظالم کی پاداش کا مزہ چکھایا وہ مندرجہ ذیل واقعات سے ظاہر ہے۔

پہلا پاداشِ ظلم شاہ غاسی محمد اکبر خان جو ۱۹۱۱ء کے قریب سمت جنوبی کا گورنر تھا۔ اور جس نے سردار نصر اللہ خان کے حکم پر جب حضرت شہید عبد اللطیف کے تابوت کو نکال کر کسی نامعلوم مقام میں دفن کردیا تھا۔ بالزام رشوت ستانی جو اس پر قائم ہوئے۔ بزمانہ امیر امان اللہ خان اس کو اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کیا گیا۔ اور دعوے کنندگان کے سامنے اپنی بریت حلف کی۔ اور حلفِ دروغ کی سزا میں مہلک بیماری لاحق ہوئی۔

جس سے جاں بحق ہوا۔ نہ وہ عزت رہی۔ اور نہ وہ زندگی جس کے نشے میں وہ چور تھا۔

دوسرا پاداشِ ظلم سردار محمد عمر خان معروف بہ سور جرنیل جو ۱۹۱۸ء میں علاقہ جاجی کا حاکم تھا۔ اور اس کے حکم سے سید سلطان صاحب احمدی گرفتار کیا گیا تھا۔ جو ایک عالم اور سید تھا۔ اور اس کو کابل کے جیل خانہ میں ڈلوایا۔ جہاں ان کو نانِ نمک کھلا کھلا کر شہید کر دیا گیا۔ اور ان کا بھائی سید حکیم صاحب احمدی بھی زندان میں ڈالا گیا۔ جس کے اثر سے وہ فوت ہو گیا۔ عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ یہ حاکم بھی سخت ظالم اور مرتشی تھا۔ اور عادی مجرم بھی۔ اکثر دفعہ سخت اور لمبی سزاؤں سے بچ جاتا تھا۔ آخر امان اللہ خان نے اس کو سزا دی۔ اور زندان میں قید کر دیا۔ بچہ سقہ کے حملہ کابل کے وقت اس کو قید خانہ سے نکال کر باغ بالا کے پاس مقابلہ میں روانہ کر دیا تھا۔ اگرچہ قابل اور بہادر جرنیل تھا۔ تاہم منگل سرداروں سے اختلاف ہونے کے سبب اس کے پاؤں پر جنگ میں گولی لگی۔ اور زخمی ہوا۔ حمید اللہ خان برادر بچہ سقہ کے پچاس ساتھیوں کے شب خون کی تاب نہ لا سکا اور اس کے ساتھی گھبرا گئے۔ اور بھاگ نکلے۔ شکست کھا کر اپنی جبین پر داغ مذلت و ندامت لیا۔ اور پھر کوئی عہدہ نصیب نہ ہوا۔ از زوالِ غازی ص ۲۹ و ۲۲۶

تیسرا پاداشِ ظلم باغیان اقوام منگل و خوست کے سرغنہ ملا عبید اللہ عرف ملائے لنگ اور اس کے داماد عبد الرشید عرف دبینگ جن کے حق میں امیر امان اللہ خان نے قرآن کریم پر حلف لکھوا کر اقرار کیا تھا۔ کہ ان کو کچھ نہ کہے گا۔ اور سردار علی احمد جان ان کو اس اقرار کی بنا پر کابل لایا تھا۔ انہی کی درخواست پر امیر امان اللہ خان نے حضرت نعمت اللہ خان

اور حضرت عبد الحلیم اور حضرت قاری نور علی کو شہادت کا جام پلایا تھا۔ آخر امیر امان اللہ خان نے ان سے تخلف عن الحلف کیا۔ اور ان کو گرفتار کر لیا۔ اور توپ کے آگے باندھ کر کابل میں ہلاک کر دیا۔ (زوال غازی صفحہ ۳۲۸ و ۳۲۹) گویا خدا نے ان ہر دو ملانوں کو بھی اپنی ظالمانہ درخواست کا مزہ چکھا دیا۔

چوتھا پاداش ظلم سردار علی احمد جان جس نے بغاوت خوست کو فتح کیا تھا۔ اور باغیانِ خوست کی شرائط صلح طے کی تھیں (زوالِ غازی صفحہ ۳۲۸) اور اسی کی سفارش سے امیر امان اللہ خان نے تین مظلوم احمدیوں کو رجم کرایا۔ جن کی شہادت کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم جنوری ۱۹۰۶ء کو دی تھی۔ (البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۵) فتح منگل کے فوراً بعد بادشاہ کی نظر سے گر گیا تھا۔ اور خطرناک شخصیتوں میں شمار ہونے لگا۔ (زوالِ غازی صفحہ ۱۰۱) یورپ سے واپسی پر جب سیاحت روما کی فلمیں کابل کے سینما میں دکھائی جانے لگیں۔ تو جس وقت سردار علی احمد جان سامنے نظر آتا۔ تو تمام سرداروں اور ارکین کے سامنے امیر امان اللہ خاں کہنے لگتا کہ اس خرس کو دیکھو کیسے اکڑ کر چلتا ہے۔ (زوال غازی صفحہ ۲۴۱)

سردار علی احمد جان سمت مشرقی کے بغاوت کو فرو نہ کر سکا۔ اور لاچار وہاں سے براہ ملک مہمند پشاور پہونچا۔ اور چند دن قیام کر کے قندھار چلا گیا۔ (زوالِ غازی صفحہ ۲۴۳) قندھار میں امیر امان اللہ خان کے بعد بادشاہ بن بیٹھا۔ مگر وہاں بھی بچہ سقہ کی فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر گرفتار ہو گیا۔ اور پا بجولان اور برہنہ سر کابل لایا گیا۔ (زوال غازی صفحہ ۳۶۶ و ۳۶۳)

عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ سردار علی احمد جان بچہ سقہ کے حکم سے بازاروں میں پھرایا گیا۔ اور اس کے جلوس کا وہی راستہ تھا جس پر ہمارا مکان واقع تھا۔ میں

بیوی والدہ سمیت اوپر کھڑکی میں کھڑا تھا۔ جس کا رُخ بازار کی طرف تھا۔ اتنے میں جلوس آیا۔ اور آگے گھوڑے سوار تھے۔ اور ان کے ہمراہ فوجی باجہ تھا۔ جو بچہ سقہ کی فتح و ظفر کے ترانے الاپتا تھا۔ اور اس کے بعد پیدل فوج تھی۔ کچھ آگے اور کچھ پیچھے۔ درمیان میں مضطرب اور ناتسکین یافتہ ہستی علی احمد جان کی تھی۔ کبھی وہ دن تھا۔ کہ یہ اس شان و شوکت سے کابل کی سڑکوں پر نمودار ہوتا کہ خود غازی امان اللہ خان پر رشک کی بجلیاں گر پڑتی تھیں۔ لوگ ساحرانہ کشش سے خود بخود ان کی تعظیم و تکریم پر مسحور ہوتے۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے۔ آج زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک فرومایہ کی طرح قیدی کی حیثیت سے پاپیادہ منظر عام پر نمودار ہے۔ بدن پر صرف معمولی خاکی ڈین کی قمیص اور لٹھے کا پاجامہ ہے۔ اور کچھ نہیں۔ پاؤں میں بہاتی چپلی ہے۔ دونوں پاؤں میں ڈنڈا بیڑی ہے۔ اور ہاتھ کہنیوں تک پیچھے کسے ہوئے ہیں۔ ننگا سر۔ (زوال غازی ص۲۰) آخر شہر سے باہر لے جا کر توپ سے اڑا دیا گیا۔ اور تین مظلوموں کے خون کا سوداگر کہ جس نے خوست فتح کیا تھا۔ آخر ان خونوں کے عوض میں مارا گیا۔

پانچواں پاداش ظلم جس امیر امان اللہ خان نے حضرت احمد نبی اللہ کے خدام کا خون نہایت بیدردی سے گرایا تھا۔ آخر افغانستان سے خائب و ناکام ہو کر اس کو نکل جانا پڑا۔ (زوال غازی ص۱۹) اور اپنی انتہائی مایوسی اور حرمان نصیبی کے ہجوم میں اپنے پیارے وطن سے شاید ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا (زوال غازی ص۳۰) اور فانہ لہ جھنم لایموت فیھا ولایحیٰ کا نظارہ اطالیہ میں دیکھ رہا ہے

چھٹا پاداش ظلم امیر حبیب اللہ خان کا ولی عہد سردار عنایت خان ۱۴ار جنوری کو بادشاہ بنا اور ۱۶ار جنوری ۱۹۲۹ء کو معزول ہوا

اور ڈھائی دن کا بادشاہ نہایت رنج وغم کے ساتھ کابل سے خارج ہوا۔ اور ایران میں زندگی کے سانس لے رہا ہے۔ اور اس کے اپنے خاندان امیر عبدالرحمن کے حکومت کا چراغ ہمیشہ کے واسطے گل ہوگیا۔

ساتواں پاداشِ ظلم

جن علماء کابل نے ان شہدائے ثلاثہ جماعت احمدیہ پر فتویٰ کفر ورجم دیا تھا۔ انہی علما نے امیر امان اللہ خان کو بھی کافر اور عیسائی اور مرتد کہا۔ اور اس کے مقابلہ میں بچہ سقہ کو غازی اور مجاہد اور خادم دین رسول اللہ کا خطاب دیا۔ اگرچہ ان کے سامنے امیر امان اللہ خان نے بار بار کلمہ طیبہ پڑھا۔ مگر انہوں نے اعتبار نہ کیا۔ اور یہ سب کچھ بے سُود ثابت ہوا۔ (زوالِ غازی ص ۳۶۵-۲۸۵)

آٹھواں پاداشِ ظلم

قاضی عبدالرحمن کوہ دامنی جو کابل کا مشہور قاضی تھا۔ اور جس نے حضرت نعمت اللہ خان اور باقی شہدا پر فتویٰ قتل ورجم دیا تھا۔ وہ کوہ دامن کا رہنے والا تھا۔ غازی امان اللہ خان کے بعد بھی بچہ سقہ سے لڑتا رہا۔ بالآخر گرفتار ہوا۔ اور بچہ سقہ کے پیش ہوا۔ جس نے اس کے اعضا بریدگی کا حکم دیدیا۔ اور اس کو ملک محسن والی شہر کے حوالے کر دیا۔ تاکہ سرچوک کابل اس کے حکم کی تعمیل کرے۔ ملک محسن نے جو ہر طرح کے جبر وتشدد وحیلہ وہنر سے لوگوں سے معدلت سمیٹنے کا عادی تھا۔ قاضی عبدالرحمن کو دم دلاسہ دیا۔ اور تشفی دی اور بغرض قتل گاہ کی طرف لے گیا۔ چوک کے پاس فالودہ کی دوکان تھی۔ جس میں دونوں داخل ہوئے باہر سخت پہرہ کھڑا تھا۔ اور اندر والی اس کی دولت کی تفصیل قلمبند کرنے لگا وعدہ یہ کیا۔ کہ اگر قاضی عبدالرحمن اس کو اپنی ساری دولت کا پتہ لگا دیگا۔ تو اس کے عوض میں وہ بچہ سقہ سے کہکر جان بخشی کرا دیگا۔ مگر جب اس کے تمام جائداد

منقولہ و غیر منقولہ کی ساری تفصیل قلمبند کر چکا۔ تو والی نے اس سے یہ کہکر کہ وہ ابھی اس سے بہت کچھ چھپا رہا ہے۔ گالی گلوچ پر اتر آیا۔ اور ساتھ ہی اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔ کہ فوراً قصاب کو حاضر کریں۔ قصاب تو پہلے ہی موجود تھا۔ یہ محض دکھاوا تھا۔ تاکہ اس کی دھمکی سے متاثر ہو کر اگر کچھ باقی ہو۔ تو وہ بھی لکھا دے۔ مگر غالباً کچھ باقی نہ تھا۔ اور قاضی اپنی موت سے جو اس کے سامنے کھڑی تھی۔ بالکل پرواہ نہ کرتا ہوا مزاحاً والی سے کہنے لگا۔ کہ میرے بند بند تو تم نے جدا جدا کاٹنے ہی ہیں مجھے پیٹ بھر کر فالودہ تو پی لینے دو۔ اس کے فالودہ پینے تک سینکڑوں تماشائی باہر جمع ہو چکے تھے۔ اور جب باہر لایا گیا۔ تو فرش زمین پر چت لٹا دیا گیا۔ تو حیرت ہے۔ کہ اپنی موت کی سختی کا علم ہوتے ہوئے قاضی عبدالرحمن کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ قاضی بدن پر تیل کی مالش کروانے کے لئے زمین پر لٹایا گیا ہے۔ غرضیکہ جب وہ لیٹ چکا۔ تو قصاب ایک آبدار چھرا لے کر آگے بڑھا۔ اور ایک ہی حرکت میں اس کا پہلے ہاتھ جدا کر دیا۔ اور پھرتی سے دوسرا ہاتھ کاٹ دیا۔ اب وہ پاؤں کی طرف بڑھا یکے بعد دیگرے دونوں پاؤں کاٹ دیئے۔ اور پھر دوسری طرف لوٹا۔ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک جدا کر دیا۔ اور پھر واپس پھر کر دونوں ٹانگوں کو زانوں سے بھی اڑا دیا۔

ہاتھ کٹ رہے تھے۔ مگر ایک کوہ وقار استقامت کے ساتھ ان کے کٹنے کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ پاؤں جدا ہو چکے تھے۔ مگر ابھی تک اس کے لب پر اُف تک نہ آئی تھی۔ حتے کہ کہنیاں بھی کٹ کر گر گئیں۔ مگر اسے جنبش تک نہ ہوئی لیکن جب نوبت گھٹنوں پر آئی۔ تو ضبط اس سے جاتا رہا۔ اور وہ ماہی بے آب کی طرح زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ اور اس کی چیخیں آسمان تک پہونچ رہی تھیں۔

اور خون کے فوارے اس کے بریدہ جسم سے نکل کر چاروں طرف فوجیوں اور تماشائیوں کے دامنوں کو تر کر رہے تھے ان چھینٹوں کی ہیبت کے ساتھ ملکر ایک نہایت بھیانک اور محشر آفرین منظر پیش کر رہے تھے۔ مگر وہ قسی القلب والی (یا عذاب کا فرشتہ) اس سے متاثر نہ ہوا۔ بلکہ چلانے والے لوتھ کے سر پر کھڑا ہنس رہا تھا۔ اور فحش اور مغلظات سنا رہا تھا۔ (زوالِ غازی ص۳۸۳) یہ انجام اس قاضی کا ہوا۔ جس نے تین احمدیوں کے قتل و رجم کا فتوے دیا تھا۔ اور اپنی عاقبت سے نڈر تھا۔ فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔

نواں پاداشِ ظلم

سردار نصر اللہ خان کی اکلوتی لڑکی عالیہ بیگم جو نہایت حسین اور جمیل تھی۔ جس کو غازی امان اللہ خان نے منکوحہ بیوی بنا لیا تھا۔ مگر بقول عزیز ہندی اس بھاگتے وقت کس مپرسی کی حالت میں اپنے دشمن بچہ سقہ کے رحم پر کابل میں چھوڑ گیا۔ (زوالِ غازی ص۳۸۳ و ۳۸۶) افغانوں کے رسم و رواج کے ماتحت امیر امان اللہ خان کا یہ فعل نہایت شرمناک اور قبیح تھا۔ جو اس سے سرزد ہوا۔ کہ اپنے بیوی بچہ سقہ کے سپرد کر کے چلا گیا۔

دسواں پاداشِ ظلم

جس تخت و تاج پر امیر امان اللہ خان کو بڑا ناز و غرور تھا۔ اور جس کی فرضی حفاظت کے واسطے اس نے جماعت احمدیہ کے افراد کا خون گرانا مباح جانا۔ اور بکروں کی طرح حضرات شہدائے ثلاثہ کو قربان کیا۔ اور جس کو امیر موصوف نے ہمیشہ کے واسطے اپنی اولاد سے مخصوص کر دیا تھا۔ اس سے چھین لیا گیا۔ اور ہمیشہ کے واسطے امیر امان اللہ خان خود اور اس کی اولاد کیا۔ بلکہ خاندان عبدالرحمن خان کا ہر فرد محروم کر دیا گیا۔ اور ایک ایسے چور کے سپرد کر دیا گیا۔ جو اس کے باپ کا ہم نام تھا۔ اور اس کا باپ اس کے دادا کا ہم نام تھا۔ یعنی حبیب اللہ بچہ سقہ ولد عبدالرحمن (زوالِ غازی ص۳۸۷)

اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شئی قدیر

باب چہارم

زمانہ حکومت اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ بادشاہِ افغانستان

فصل اوّل

زمانہ حکومت بچہ سقہ اور پچاسی ہزار افراد کی ہلاکت

حضرت احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء کو بذریعہ وحی اطلاع دی۔ کہ ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار آدمی مریں گے۔ (البشریٰ جلد دوم ص ۱۲۶) ہم نے اس وحی الٰہی کو منظوم کرکے اخبار الفضل مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۱۸ء میں قبل از وقوع شائع کرایا تھا۔ جو یہ ہے:۔

شاہِ کابل کی ریاست میں مریں گے عنقریب
آدمی اس کی رعایا میں سے پچاسی ہزار

خدا تعالےٰ نے اس پیشگوئی کو اپنا علمی رنگ اس طرح دے کر پورا کیا۔ کہ سرزمین افغانستان میں بغاوت پر بغاوت نمودار ہوئی۔ اور آخرکار یہ انقلاب

بچہ سقہ واقع ہوا۔ جس کی نذر ہزارہا نفوس ہو گئے۔

پہلا وقوعہ بغاوت منگل امیر حبیب اللہ خان کے ایامِ حیات میں ہوا۔ منگل قوم نے بغاوت کی باہمی جنگ میں سرکار کے سپاہی اور قوم کے افراد کثرت سے ہلاک ہوئے۔ تب جا کر بغاوت دب گئی۔

دوسرا وقوعہ قتلِ امیر امیر حبیب اللہ خان بمقام کلہ گوش پغمان قتل ہوا۔ اور سردار نصر اللہ خان نے سردار عنایت اللہ خان کا حق تخت و تاج غصب کر لیا۔ امیر امان اللہ خان کابل میں بادشاہ ہو گیا۔ اور امیر مقتول کے قتل کے سلسلہ میں کئی لوگوں کو قتل کیا۔ اور اسی سلسلہ میں برطانیہ اور افغانوں کی جنگ چھڑ گئی۔ جس کو افغانستان کی تیسری جنگ کہتے ہیں۔ اور یہ جنگ سرحدات سمت مشرقی، سمت جنوبی اور صوبہ قندھار کی سرحدات تک پھیل گئی۔ اور ہزار نفوس فوج اور رعیت کے مارے گئے۔ یہ قتل مقاتلہ فروری ۱۹۱۹ء لغایت اکتوبر ۱۹۱۹ء جاری رہا۔

تیسرا وقوعہ بغاوت منگل و جدران یہ بغاوت بار دیگر بزمانہ حکومت امیر امان اللہ خان ۱۹۲۴ء میں اقوام منگل و جدران میں شروع ہوئی۔ اور ملائے لنگ عبد اللہ کے قتل ہونے تک اس کے ذریعہ سلسلہ ہلاکت جاری رہا۔ اور ہزارہا نفوس رعیت اور بادشاہ کی طرف سے مارے گئے تب جا کر یہ بغاوت فرو ہوئی۔

چوتھا وقوعہ بغاوت شنواری و مہمند یہ بغاوت ۱۹۲۸ء میں امیر امان اللہ خان کے خلاف علاقہ جلال آباد میں شروع ہوئی۔ جس کا مدعا افغان لڑکیوں کو یورپ میں تعلیم کے واسطے جانے سے روکنا تھا۔ اور یہی بغاوت سمت مشرقی سے سمت شمالی اور سمت جنوبی کی سرحدات تک

پھیل گئی۔ جس کا نتیجہ امیر امان اللہ خان کا عزل از تاج و تخت ہوا۔ کثرت سے باغی اور افواج قتل ہوئیں۔ اور بقول عزیز ہندی پندرہ بیس ہزار نفوس قتل ہوئے۔ (زوال غازی صفحہ ۲۳۰)

پانچواں وقوعہ حکومت بچہ سقہ حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ نے تخت نشین ہو کر شہر کابل اور اطراف افغانستان میں جنگ و جدل اور قتل و مقاتلے شروع کر دیئے۔ اور ہزارہا نفوس کو اس دارفانی سے رخصت کر دیا۔ یہ سلسلہ اکتوبر ۱۹۲۸ء لغایت ۱۹۲۹ء جاری رہا۔ بڑے بڑے اراکین سلطنت اور امراء اور سردار قتل ہوئے۔ سمت شمالی و مشرقی اور ہزارہ جات اور قندھار اور مقر پر کثرت سے لوگ مرے۔

چھٹا وقوعہ حکومت نادرہ جس وقت اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ حدود افغانستان میں داخل ہوا۔ تا فتح کابل و جنگ کوہ دامن و قتل بچہ سقہ ہزارہا نفوس ہلاک ہوئے۔ بعض سرکار کی طرف سے اور بعض رعیت کی طرف سے اور کوہ دامنیوں کو خوب سزا دی گئی۔

ساتواں وقوعہ شہادت محمد نادر شاہ جرنیل غلام نبی خان اور اس کے بعد اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ شہید کے واقعہ قتل کے سلسلہ میں کثرت سے لوگ مارے گئے۔

عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ بچہ سقہ نے اسی نوے ہزار افواج بھرتی کی تھی جنہوں نے جنگوں میں حصہ لیا۔ اور نصف سے زیادہ مقتول و مجروح ہو گئی۔ اس میں قبائل کی تعداد شامل نہیں۔ جو بچہ سقہ کی طرف داری میں جنگ کر رہے تھے۔ اس سے قارئین جہل سا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ بغاوت شنواری سے بچہ سقہ کے نیست و نابود ہونے تک کس قدر نفوس مارے گئے۔ (زوال غازی صفحہ ۲۴۱)

اخبار انقلاب لاہور روزانہ نے شائع کیا تھا۔ کہ ایک لاکھ سے زائد نفوس ہلاک ہو چکے ہیں۔ آپ نے ان واقعات پر نظر دوڑا کر دیکھ لیا ہوگا۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے کلام کو کس طرح عملی رنگ میں پورا کیا۔ اور بغیر از قسم کے واقعات کس طرح ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار آدمی مر سکتے تھے جب تک کہ تیری خلاف توقع واقعات ظہور پذیر نہ ہوں۔ بچہ سقہ تو محض خاندان امیر عبدالرحمن خان کے مٹانے کی غرض سے ایک غضب کا فرشتہ تھا۔ جو پیدا ہوا۔ اور کلام کر کے فنا ہو گیا۔ اور ملک اور تاج دوسرے اہل لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا گیا۔ نہ وہ بادشاہ تھا۔ اور نہ وہ بادشاہت کا اہل تھا۔ البتہ ایک امانت کو حاصل کیا۔ اور اہل لوگوں کو دے کر جاتا رہا؛

فصل دوم

زمانہ حکومت اعلیحضرت محمد نادر شاہ بادشاہ افغانستان

اعلیحضرت محمد نادر شاہ کا نسب اعلیحضرت محمد نادر شاہ جو سردار محمد یوسف خان کا بیٹا اور سردار محمد یحیٰ خان کا پوتا اور سردار سلطان محمد خان طلائی کا جو گورنر پشاور اور امیر کبیر دوست محمد خان والی کابل کا بھائی تھا۔ پڑپوتا تھا۔

شجرۂ نسب

سردار سلطان محمد خان طلائی گورنر پشاور

سردار محمد یحییٰ خان

سردار محمد یوسف خان — سردار محمد آصف خان

اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ بادشاہ افغانستان — شاہ ولی خان سفیر لندن — محمد ہاشم خان صدر اعظم — شاہ محمود خان وزیر حربیہ — محمد عزیز خان سفیر جرمنی

خاندانی حالات سردار سلطان محمد خان امیر دوست محمد خان کا بھائی اور اُن کی طرف سے گورنر پشاور تھا۔ جس مکان میں آجکل مشن ہائی سکول پشاور ہے۔ اس میں سکونت رکھتا تھا۔ اور وزیر باغ اس کا موسم گرما کا رہائش گاہ تھا۔ جب سکھوں کو بمقام اٹک فتح ہوئی۔ تو سردار سلطان محمد خان جس کا لقب طلائی تھا۔ واپس کابل چلا گیا۔ اور وہاں بھی قلعہ کے پاس لب سڑک پشاور شہر کابل سے باہر دفن ہے۔ اور اس پر گنبد موجود ہے۔ اور اس کے قریب اس کی اولاد اور خاندان کی قبریں ہیں۔ اور اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ کا مزار بھی وہاں ہی ہے۔

قیام ہند سردار محمد یحییٰ خان اپنے ایام حیات میں ہندوستان آ گئے تھے اور ان کے ہر دو فرزند سردار محمد یوسف خان اور سردار محمد آصف خان ہندوستان میں ہی رہے۔ اور زیادہ تر قیام ڈیرہ دون میں تھا۔ ایام حکومت امیر حبیب اللہ خان میں جب کابل سے خارج شدہ سردار واپس

جانے لگے۔ تو ہر دو بھائی کابل واپس بلائے گئے۔ اور ان کے ساتھ ان کی اولاد بھی گئی۔ جو ہندوستان کے قیام کے ایام میں پیدا ہوئی تھی۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ اور ان کے بھائی اردو بخوبی بول سکتے تھے۔

قیام کابل

امیر حبیب اللہ خان کے ایام حکومت میں محمد نادر شاہ مختلف خدمات پر فائز رہے۔ اور بزمانہ حکومت امانیہ سپہ سالار رہ چکے تھے۔ اور جنگ افغانستان میں ٹل کے علاقہ کو فتح کیا تھا۔ فاتح ٹل کا خطاب پایا۔ تمام افغانستان کی افواج کے کمانڈر انچیف مقرر ہوئے۔ بعض حالات کے ماتحت سفارت فرانس پر تشریف لے گئے۔ اور جن دنوں امیر امان اللہ خان تخت و تاج کابل کو خلع کر چکا تھا۔ تو اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ فرانس سے بیمار حالت میں وارد پشاور ہوئے۔ اور یہاں چند عرصہ قیام کے بعد براہ کرم ؤ پیواڑ کوتل علاقہ حاجی کو چلے گئے۔ اس عزم سفر کابل میں ان کے بھائی ان کے ساتھ تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی

خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ وحی ۳ مئی ۱۹۰۵ء اطلاع دی۔ کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا" (البشریٰ جلد دوم صفحہ ۹۷) یہ وحی تین امور پر مشتمل خبر دے رہی تھی۔ اول تو یہ کہ کوئی شخص نادر شاہ نامی آئندہ زمانہ میں عرصہ زمین پر ظہور کرے گا۔ یہ شخص اپنی اعلےٰ قابلیتوں اور قوائے خداداد کے باعث پبلک میں اس قدر محبوب اور مطلوب ہوگا۔ کہ عند الضرورت لوگ پکار اٹھیں گے۔ اس وقت نادر شاہ کی ضرورت ہے۔ آہ نادر شاہ کہاں گیا کیونکہ اس ضرورت کو وہی پورا کر سکتا ہے۔ دوم۔ وہ عین اس وقت میں پبلک سے جدا ہوگا۔ اور اچانک جدا ہوگا۔ جبکہ ہنوز اس کی خدمات جلیلہ کی ضرورت

باقی ہوگی۔ تب لوگ بطور حسرت کہیں گے۔ کہ آہ نادر شاہ کہاں گیا۔

یہ ہر سہ امور اس طرح پورے ہوئے۔ کہ امیر امان اللہ خان نے خود محمد نادر شاہ کو سفارت فرانس پر روانہ کر دیا۔ اور اس کی غیر حاضری میں بغاوت رونما ہوئی۔ اور امیر امان اللہ خان تخت و تاج کو چھوڑ کر افغانستان سے نکل گیا۔ اور تخت و تاج اور ملک حبیب اللہ بچہ سقہ کے ہاتھ میں چلا گیا۔ تو قدرت نے موقع دیا اور محمد نادر خان کو فرانس سے بلوایا گیا۔ اور خالی ہاتھ نہ پاس خزانہ نہ فوج مگر فتح افغانستان کا عزم کیا۔ اور خدا تعالےٰ نے غیب سے سب سامان کر دیئے اور اعلیحضرت محمد نادر شاہ افغانستان کا بادشاہ بن گیا۔ اور بچہ سقہ اور اس کے ساتھی چوروں کو گولیوں سے ہلاک کر کے پھانسی پر لٹکا دیا۔

دوم۔ حبیب اللہ بچہ سقہ نے کابل لیا۔ تو اس قدر ظلم کیا۔ اور دست تعدی دراز کیا۔ کہ لوگوں کی عزت مال اور جان سب خطرہ میں پڑ گئے۔ اور ہزارہا نفوس ہلاک ہوئے۔ اور دولت اور جائداد لوٹ لی گئی۔ یہاں تک کہ لوگ محمد نادر شاہ کی غیر حاضری از کابل کو سختی سے ضرورت محسوس کرنے لگے۔ اور چلّا اٹھے۔ کہ آہ نادر شاہ کہاں گیا۔ سو خدا تعالےٰ نے ان کی درد دل سے نکلی ہوئی دعا کو پورا کیا۔ اور محمد نادر خان کو فرانس سے بھیج دیا۔ اور محمد نادر شاہ بنا دیا۔ اور بچہ سقہ کو مع رفقاء نیست و نابود کر دیا۔ اور افغانستان کی تباہ شدہ سلطنت اور عزت کو بحال کر دیا اور حیرت انگیز طریق پر نہ صرف ضائع شدہ اشیاء کو بحال کیا۔ بلکہ پہلے سے زیادہ خوبصورت اور رفیع الشان عمارات۔ بازار، پل، سڑکیں، تار ٹیلیفون اور باقاعدہ افواج اور سامان جنگ مہیا کر لیا۔

سوم۔ تین چار سال کے عرصہ میں جس قدر جلدی ترقی افغانستان نے کی افغانانِ کابل ابھی ان کے نظارہ میں محو تھے۔ کہ ایک نمک حرام شخص عبدالخالق نامی

نے اعلیحضرت محمد نادر شاہ کو ارک شاہی میں ۸ر نومبر ۱۹۳۳ء کو بوقت تقسیم انعامات پستول سے فائر کر کے شہید کر دیا۔ اور افغانستان چشم زدن میں . . . ایک نہایت ہی قیمتی وجود۔ بہادر جرنیل۔ دیندار منتظم اور عادل اور ہمدرد بادشاہ کیا بلکہ ایک بے نظیر وجود اور ایک جلیل القدر ہستی کی سرپرستی سے محروم ہو گیا اس کے قابل قدر کاموں کو دیکھکر اس کی گزشتہ خدماتِ جلیلہ کو دیکھکر اس کے انتظامات کو دیکھکر اور اس کے موت کو دیکھکر ہر باشندۂ افغانستان درد دل سے پکار اٹھا۔ آہ نادر شاہ کہاں گیا۔

تینوں صورتوں میں یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔

اعلیحضرت محمد نادر شاہ نے ایک برباد شدہ گھر کو نہ صرف دوبارہ تعمیر کرایا بلکہ اس کی سابقہ عمارت کو شان و شوکت میں دوبالا کر دیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

حکومت اعلیحضرت محمد ظاہر شاہ

اعلیحضرت محمد نادر شاہ کی وفات کے بعد اس کا فرزند شہزادہ محمد ظاہر شاہ تختِ کابل پر حکمران ہوا۔ اور ملک کا امن اور سکون بحال رکھا گیا۔ اور کسی قسم کی ہل چل نہ ہونے دی۔ یہ سب کچھ خدا کے فضل اور صدر اعظم سردار محمد ہاشم خان اور اس کے قابل قدر بھائیوں کے حسن تدبیر اور عمدہ انتظام اور رعب خداداد کا نتیجہ تھا۔ ورنہ افغانستان میں تبدیلی تاج و تخت کے وقت کوئی شور و شر نہ ہو۔ یہ نادر بات ہے۔

ہماری آرزو

خدا کرے۔ افغانستان کو چند ایسے بادشاہ مسلسل مل جاویں جیسے کہ اعلیحضرت محمد نادر شاہ تھے۔ تو بہت جلد مہذب دنیا کے دوش بدوش افغانستان کھڑا ہونے کے قابل ہو جاوے گا۔

اس وقت بھی شاہ فقید نے اس کو ایسا شاہراہ ترقی پر ڈالا ہے۔ کہ اگر

خدا کو منظور ہوا۔ اور کسی قسم کا کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ تو بسرعت تمام اپنے معراج کی طرف افغانستان بڑھتا جاوے گا۔ اس وقت دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ خدا کرے اس میں شوقِ حصول علم و ہنر و کمالات دنیاوی اور قدر دانی امن و جذبۂ وفاداری بادشاہ و ملک پیدا ہو۔ اور بادشاہ میں رعیت پروری عدل و حقوق العباد و حفاظت عزت و اموال و اخلاق ملت کا شوق بیش از پیش ترقی پذیر ہو۔ اور ان کے ملک میں ہر مذہب و ملت کو ان کے حقوقِ آزادیٔ مذہب و تجارت و تمدن محفوظ رہیں۔

موجودہ حکمران خاندان کا اس وقت تک رویہ سلسلہ احمدیہ کے خلاف ثابت نہیں۔ اور خدا کرے۔ کہ وہ خدا کے فرستادہ کی مخالفت کے سیلاب سے بچے رہیں۔ اور حالاتِ آلِ امیر عبدالرحمٰن ان کے واسطے سبق آموز ہوں۔

بادشاہ کا ظل اللہ ہونا بادشاہِ وقت ظل اللہ ہوتا ہے اور ہر مذہب و ملت اس کے سایہ میں آزادی سے اپنے اصول پر عامل ہوتے ہیں۔ اور اگر بادشاہ متعصب ہو جاوے۔ تو ظل اللہ نہیں رہتا۔ اور حکومت کا اہل بھی نہیں ہو سکتا۔

فصلِ سوم

واقعات گزشتہ سے درسِ عبرت

خدا تعالےٰ اپنے پاک کلام قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

ما ارسلنا من قبلك الا رجالاً نوحی الیہم من اہل القریٰ۔ افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم ولدار الآخرۃ خیر للذین اتقوا۔ افلا تعقلون۔ حتی اذا استایٔس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاءہم نصرنا۔ فنجی من نشاء۔ ولا یرد باسنا عن القوم المجرمین۔ لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب ۵ (سورۃ یوسف ۱۹ ۱۱۱ و ۱۱۰)

یعنی تجھ سے پہلے جس قدر نبی اور رسول ہم نے بھیجے ہیں۔ وہ مردوں میں سے ہی منتخب ہوئے تھے۔ ہم نے ان پر وحی نازل کی۔ وہ انہی قصبوں کے رہنے والے تھے۔ پس یہ منکر لوگ کیوں اس زمین پر چل پھر سیر نہیں کر لیتے۔ تاکہ وہ دیکھ لیں۔ کہ آخر ان منکران رسل کا جو ان سے قبل گزر چکے ہیں۔ کیا انجام ہؤا۔ آخرت کا گھر تو صرف ان لوگوں کے واسطے بہتر ہوگا۔ جو تقویٰ اور پرہیزگاری کرتے ہوں۔ اور تکذیب رسل سے بچتے ہوں۔ پس تم لوگ کیوں تکذیب سے پرہیز نہیں کرتے۔

ایک وقت ایسا بھی آیا۔ کہ لوگوں سے رسول مایوس ہو گئے۔ اور انہوں نے گمان کر لیا۔ کہ بس ان کی تکذیب کی حد ہو گئی۔ عین اس وقت میں ہماری طرف سے ان کو نصرت اور مدد پہونچی۔ پس ہم تو جس کو پسند کرتے ہیں۔ اسی کو بلاؤں سے نجات دیتے ہیں۔ اور ہماری سزا کو مجرمان رسل سے کوئی بھی نہیں ٹال سکتا۔

ان مکذبین رسل کے واقعات کے بیان کرنے سے ہمیں عقلمندوں کو درس عبرت دینا ہے۔ ادریس ؒ

حضرت احمد اور گرفت منکرین | خدا تعالیٰ نے اسی سنت کے موجب

فرستادہ حضرت احمد علیہ السلام کو اپنا موعود نبی اور رسول بنا کر اصلاح خلق اللہ کے واسطے مبعوث کیا۔ ہندوستان اور دوسرے ممالک نے تکذیب سے کام لیا۔ فتوئی کفر دیا۔ اور جی کھول کر تکذیب کی۔ افغانستان میں پہلے امیر عبد الرحمن خان نے پھر امیر حبیب اللہ خان نے اور پھر امیر امان اللہ خان نے بار بار تکذیب رسول کا تجربہ کیا۔ اور اپنے ملک سے استیصال احمدیت میں انتہا کردی۔ خدا تعالے نے بھی اپنی گرفت کا حکم صادر کیا۔ اور امیر عبد الرحمن خان کو فالج سے ہلاک کر دیا۔ امیر حبیب اللہ خان اور اس کے بھائی سردار نصر اللہ خان اور فرزند حیات اللہ خان کو قتل کرا دیا۔ نصر اللہ خان کا نوجوان بیٹا امیر امان اللہ خان سے مروا دیا۔ اور سردار علی احمد جان کو توپ سے اڑوا دیا۔ اور امیر امان اللہ خان کو تاج و تخت سے محروم کر کے ہمیشہ کے لئے افغانستان کے ملک سے خارج کر دیا۔ اور فانہ لہ جھنم لا یموت فیھا ولا یحیٰ کا نظارہ دکھایا اور ان زور آور حملوں سے ثابت کیا۔ کہ کون حق پر تھا۔ اور کون خدا کے نزدیک ناحق پر تھا۔

شہداء احمدیہ جس وقت حضرت ملا عبد الرحمن مارا گیا۔ حضرت سید عبد اللطیف کو شہید کیا گیا۔ حضرت نعمت اللہ خان اور حضرت عبد الحلیم حضرت قاری نور علی۔ حضرت محمد سعید جان۔ حضرت محمد عمر جان۔ حضرت سید سلطان حضرت سید حکیم مظلوم مارے گئے۔ اور قاتلوں نے خیال کیا۔ کہ بس وہ غالب ہوگئے۔ اور احمدیت مٹ گئی۔ خدا تعالے نے آخر کار ان کو وہ ہاتھ دکھائے۔ کہ خاندان امیر کے علاوہ ڈاکٹر عبد الغنی کا جوان بیٹا ہلاک کر دیا۔ قاضی عبد السمیع مارا گیا۔ قاضی عبد الرحمن کو دامنی کا نہ بلا جدا کر کے ہلاک کر دیا۔

خدا سے کام لو ذرا شعور اور تدبر سے کام لو۔ اور سوچو۔ ایک ایک دو دو ہو کر

تنہائی میں ٹھنڈے سے تعصب کو دور کر کے غور کرو۔ کہ جماعت احمدیہ ایک کمزور اور غریب جماعت ہے۔ اگر وہ کوئی طاقت اور قوت بھی رکھتی۔ تو اس طرح اپنے مخالف گروہ شاہانِ کابل سے اپنے مظلوم اور معصوم شہداء کے خون کا بدلہ اور انتقام نہ لے سکتی۔ اور پھر شان و شوکت کے ساتھ جس طرح لیا گیا۔ یہ صرف خدا تعالیٰ کا کام تھا۔ اور اہل حق کی تائید میں تھا۔ ہزارہا کتب اور نقلی اور عقلی دلائل سے بڑھ کر خدا تعالےٰ کی عملی اور فعلی تائید صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر ہے۔ جو ہمارے قوی اور قادر خدا نے دکھائی۔ جس نے خود بخود ایسے اسباب پیدا کر دیئے۔ کہ امیر عبدالرحمن خان کو اپنے رنگ میں امیر حبیب اللہ خان کو اور اس کے اراکین سلطنت کو اپنے رنگ میں اور امیر امان اللہ خان کو اپنے رنگ میں اور اس کے معتمدین کو اپنے رنگ میں مواخذہ کیا۔ اور چوروں اور رہزنوں کو اپنے رنگ میں سزا دلائی۔

درسِ عبرت

اگر بادشاہ دوسرے بادشاہ کو شکست دیدے۔ تو کوئی نئی بات نہیں۔ البتہ ایک بے سروسامان چوروں کا گروہ اٹھکر ایک قوی بادشاہ اور اس کی افواج کو عین دارالسلطنت میں کروڑوں روپے کے خزانہ اور اسلحہ و بارود کے ہوتے ہوئے نہ صرف بے دست و پا کر دے۔ بلکہ اوسان باختہ کر کے تخت و تاج سے بیزار ہو کر ملک کی حدود سے ہی باہر بھاگ نکالے۔ کیسی ذلت ہے۔ یا تو اسی سال امیر امان اللہ خان سیاحت یورپ میں اپنے اقبال و عروج کے انتہا پر پہونچ جاوے۔ اور نپولین کے بستر میں پیرس میں استراحت کرے۔ یا اس قدر اسی سال میں تخت الثریٰ میں گرے کہ بیوی کو دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ کر خود کپڑے تک بھول جاوے اور جان بچانے کو ہی غنیمت جانے۔ آخر یہ سب کچھ کیوں واقع ہوا۔ کیا یہ سب اتفاقات ہیں؟